اللہ

نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

# ماہنامہ انوار العلوم

لاہور

## اکتوبر 1953ء

سرپرست: حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت فیوضہم
از متوسلین حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

نگران: حضرت مولانا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدت فیوضہم
شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ

مدیر: احقر محمد نجم الحسن تھانوی غفرلہٗ

اکتوبر ۱۹۵۳

اللہ

نور السمٰوٰت والارض

# ماہنامہ انوار العلوم

لاہور

سرپرست: حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت فیوضہم

از متوسلین حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

نگران: حضرت مولانا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدت فیوضہم

شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ

مدیر: احقر محمد نجم الحسن تھانوی غفرلہٗ

# مسئلہ تقدیر

یعنی

الاکسیر فی اثبات التقدیر

یہ حضرت شیخ ابن عطاء سکندری رح کی عربی کتاب " تنویر " کا اردو ترجمہ ہے ۔ جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح نے شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح کے ایماء سے اس زمانہ میں تحریر فرمایا جبکہ حضرت حکیم الامت رح حضرت شیخ رح کی خدمت میں مکہ معظمہ مقیم تھے ۔ اس میں "مسئلہ تقدیر" کے ہر پہلو پر انوکھے انداز سے کلام کیا گیا ہے ۔ " تدبیر" کا مقام، اور اسکا صحیح طریقہ ، اور توکل کی حقیقت، غرض عجیب عجیب مسائل کا حل موجود ہے ۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد تمام شکوک و اوہام اور الجھنوں کے بادل چھٹ کر قلب اطمینان کے نور سے ہمکنار ہو جاتا ہے ۔ طبع جدید، اعلی کتابت و طباعت اور رنگین گرد پوش کیساتھ ۔ قیمت چار روپے

✲


## دفتر ماہنامہ انوار العلوم

جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم


جامعہ اشرفیہ لاہور کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ

# انوار العلوم

لاہور

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

| قیمت سالانہ | | قیمت فی پرچہ | |
|---|---|---|---|
| چھ، روپے | | نو، آنے | |

جلد ۲ | بابت ماہ محرم ۱۳۷۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۶


## فہرست مضامین


| نمبر شمار | مضمون | صاحب مضمون | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | گذارش | مدیر | ۲ |
| ۳ | معارف القرآن | مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ | ۵ |
| ۴ | الکلام الحسن | مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ | ۱۷ |
| ۵ | النور | حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب | ۲۵ |
| ۶ | فتح الغفور | مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ | ۳۳ |
| ۷ | بشائر النبیین | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۴۱ |
| ۸ | دعوۃ الرشاد | مولانا عبد المجید خاں صاحب ارشد | ۴۹ |



ہر قسم کی مراسلت اور ترسیل زر کا پتہ۔ مدیر انوار العلوم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

# گذارش

حامداً و مصلیاً۔

۱۔ جب سے کاغذ کی نایابی کی وجہ سے حکومت نے اس کی تقسیم کا کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے، اُس وقت سے ماہ نامہ ہذا کو گوناگوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس سے پہلا شمارہ جو کہ درحقیقت اگست ۵۳ء کا شمارہ تھا اور کتابت ہو کر پریس میں پلیٹوں پر جما دیا گیا تھا اور طبع کرنے کے لیے صرف کاغذ کے پرمٹ کا انتظار تھا۔ چنانچہ خدا خدا کر کے آخر مہینے میں پرمٹ پہنچا تو اس پر (for September) لکھا ہوا تھا۔ یعنی یہ کاغذ ماہ ستمبر کے مہینے کے لیے دیا گیا ہے۔ اور ماہ اگست کا کاغذ بغیر کوئی وجہ بتلائے ہوئے نہیں دیا گیا۔ قانونی حیثیت سے ستمبر کے کاغذ پر اگست کا رسالہ نہیں چھاپا جا سکتا تھا۔ اس لیے مجبوراً اس پر "اگست" کاٹ کر "اگست و ستمبر" بنانا پڑا۔ اور اس طرح دو مہینے کا رسالہ صرف ۵۶ صفحات پر شائع ہوا۔

اس صورت حال کے پیش نظر ادارہ نے فیصلہ کیا کہ جملہ خریداروں کی مدت خریداری میں ایک ماہ کا اضافہ کر دیا جاوے تاکہ خریداروں کو اس کا نقصان نہ پہنچے۔

۲۔ اس سے قبل دو اشاعتوں میں مسلسل یہ گذارش کی گئی کہ ناظرین کرام اپنے اپنے اعزہ و احباب کے پتے ارسال فرمائیں جن سے رسالہ کی خریداری کی توقع ہو۔ مگر بجز ایک آدھ حضرت کے کسی نے اس پر توجہ نہیں فرمائی۔ امید ہے کہ اب اس پر توجہ فرمائی جائے گی۔

والسلام۔ مدیر

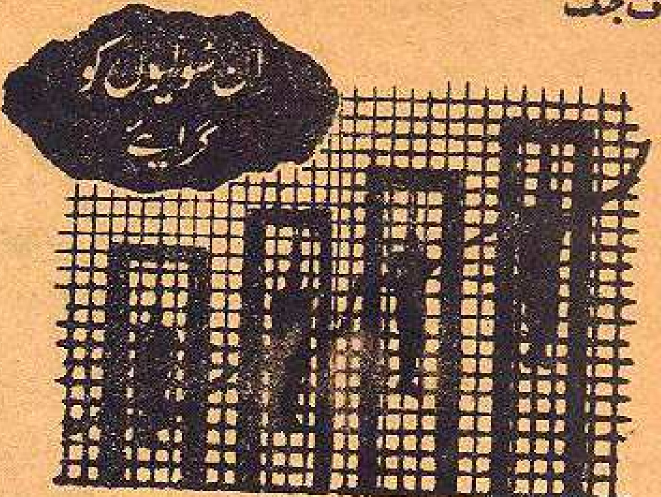


ہر سال کتنی ہی قیمتی جانیں تپ دق کی بھینٹ
چڑھ جاتی ہیں اور اس کی تباہ کاریاں برابر بڑھ رہی
ہیں۔ یہ مرض جو ہماری صحت و طاقت سے کھیلتا ہے ہمیشہ
پڑا ہے انسانیت کیلئے ایک عذاب بن کر رہ گیا ہے اور ترقی کی راہ میں
اس کی افزائش ہماری تہذیب کیلئے سخت باعث ننگ ہے۔ تاہم اس کی
رفتار روکی جا سکتی ہے اور روکی جانی چاہئے۔ یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ ہم حفظان صحت کے
اصولوں پر عمل کریں۔ یعنی چند ضروری ہدایات کا خیال رکھیں۔ بعض باتیں کیجئے اور
بعض ترک کر دیجئے۔ یہ ہدایتیں نہ صرف صحت کیلئے لازم ہیں بلکہ
فرض خدائی اور فرض اخلاقی کا تقاضا بھی ہیں

دق و سل
کا
خاتمہ
سب کا فرض
ہے

- حد سے زیادہ کام نہ کیجئے
- متوازن غذا کھائیے
- تازہ ہوا اور سورج کی روشنی کو اپنا دوست بنائیے
- جا بجا نہ تھوکئے
- غم نہ کھائیے

جاری کردہ
**ہمدرد**
دواخانہ (وقف)

(اشتہار)

رسالہ

# "تذکرہ"

کراچی

تذکرہ۔ ہر ماہ آپ کے لیے بیش بہا علمی، تاریخی اور دینی معلومات فراہم کرتا ہے۔

تذکرہ کا ہر شمارہ قرآنی معارف و علوم سے آراستہ اور اہم ضروریات دین پر مشتمل ہوتا ہے۔

تذکرہ اسلام کی صحیح تعلیم پیش کرتا ہے اس کا کوئی مضمون ادبی، علمی اور اخلاقی معیار سے پست نہیں ہوتا۔

تذکرہ آپ کے دینی جذبات کا ترجمان ہے۔ اس کا ہر مضمون آپ کے قلب کی گہرائی تک اثر کرے گا۔

تذکرہ ہر تعلیم یافتہ ماحول میں پڑھا جانے والا اپنی نوعیت کا واحد اور مقبول ترین اصلاحی ماہ نامہ ہے۔

قیمت سالانہ چار روپے۔ فی پرچہ چھ آنے

نمونہ کا پرچہ چار آنے کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا۔

دفتر ماہ نامہ "تذکرہ"

آرام باغ، فریر روڈ۔ کراچی



## نور محمد۔ اصح المطابع۔ کراچی

کی مایۂ ناز دینی کتابیں

**موطا امام مالک** مترجم۔ ترجمہ علامہ وحید الزماں ضروری فوائد۔ صفحات ۸۰۰۔ اعلیٰ کاغذ مجلد بارہ روپے۔

**صحیح بخاری شریف** (اردو) ترجمہ علامہ مرزا حیرت جو گذشتہ ۲۵ سال سے اہل علم میں مقبول ہے کامل در ۳ جلد قیمت مجلد چوبیس روپے

**تفسیر ابن کثیر** (اردو) علامہ ابن کثیر کی بلند پایہ تفسیر قرآن کا اردو ترجمہ جس کو ہر زمانہ کے علماء کرام کی قبولیت کا شرف حاصل ہے۔ پارہ ۱ ۲/۸/۰ پارہ ۲ تا ۴ فی پارہ ۲/۸/۰ پارہ ۵ تا ۱۳ فی پارہ ۱/۸/۰ باقی پارے زیر طبع ہیں۔

**کتاب التوحید** مترجم۔ اس تاریکی میں اس اصلاحی کتاب کا ہر مسلمان کے زیر مطالعہ رہنا ضروری ہے۔ قیمت مجلد تین روپے

**مشکوٰۃ شریف** (اردو) چھ ہزار سے زائد احادیث نبوی کا انمول ذخیرہ جو فی الحقیقت صحیح احادیث کی گیارہ کتابوں کا عطر ہے کامل در دو جلد قیمت مجلد سولہ روپے

**علامات قیامت**۔ جس میں رسول پاک کی وفات سے قیامت تک کے جملہ گذشتہ و آئندہ انقلابات کا ذکر ہے قیمت ۱۲ جلد ۸ مجلد ایک روپیہ

ملنے کا پتہ

## نور محمد۔ کارخانہ تجارت کتب

مقابل آرام باغ، کراچی

قسط دوم

# معارف القرآن

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب۔ کاندھلوی

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ

ہم دیکھتے ہیں بھر بھر جانا تیرا منہ آسمان میں سو البتہ پھیریں گے تجھ کو جس قبلے کی طرف تو راضی ہے

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ

اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد حرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ اسی کی طرف

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

اور جن کو ملی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے ان کے رب کی طرف سے

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو کرتے ہیں ؞

## تحویل قبلہ کا حکیمانہ جواب

گذشتہ آیات میں تحویل قبلہ پر شبہ کا حاکمانہ جواب تھا۔ اب حکیمانہ جواب ارشاد فرماتے ہیں اور تحویل قبلہ کی حکمتوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:۔

**حکمت اول** رأفت اور رحمت کی وجہ سے اگرچہ استقبال بیت المقدس میں بھی اجر کامل مل جائے مگر قبلہ کاملہ درحقیقت کعبہ معظمہ ہے اور کامل کا میلان طبعی کامل ہی کی طرف ہوتا ہے۔ اس لیے آپ بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ کامل قبلہ کے استقبال کا حکم لے کر نازل ہو۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تحقیق ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے چہرہ کا بار بار وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف اٹھنا کہ کب خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہو اور چونکہ ہم کو آپ کی آرزو اور خواہش کا پورا کرنا منظور ہے پس اس لیے ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں لو پھر حکم دے ہی دیتے ہیں پس آپ اپنا منہ بجائے بیت المقدس کے مسجد حرام کی طرف کر لیجیے کہ اب ہمیشہ کے لیے

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ

اور اگر تو لادے کتاب والوں پاس ساری نشانیاں نہ چلیں گے تیرے قبلے پر اور نہ تو

بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ

مانے ان کا قبلہ اور نہ ان میں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ اور کبھی تو چلا ان کی پسند پر

اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

بعد اس علم کے جو تجھ کو پہونچا تو بے شک تو بھی ہے بے انصافوں میں ؛

وہی آپ کا قبلہ ہے اور یہ حکم آپ کے لیے مخصوص نہیں اگرچہ درخواست آپ کی تھی مگر حکم تمام امت کے لیے ہے۔ امت سے کہہ دیجیے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اسی جانب اپنے چہروں کو متوجہ کرو حتی کہ اگر بیت المقدس میں بھی ہو تب بھی مسجد حرام ہی کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کرو۔ اور تحقیق اہل کتاب بخوبی یہ جانتے ہیں کہ یہ قبلہ حق ہے۔ خود ان کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ نبی آخر الزماں ملت ابراہیمی پر ہوں گے اور ان کا قبلہ قبلۂ ابراہیمی ہوگا اور اہل کتاب یہ بھی بالیقین جانتے ہیں کہ اس امت نے یہ قبلہ اپنی رائے سے نہیں ٹھیرایا بلکہ ان کے پروردگار کی جانب سے یہی حکم آیا ہے مگر اس کو چھپاتے ہیں ظاہر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کی ان کارروائیوں سے غافل نہیں وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے حکم پر چلتا ہے اور کون اپنی رائے اور خیال پر چلتا ہے۔

## عنادِ اہل کتاب در بارۂ قبلہ

**ربط** - گذشتہ آیت میں یہ بیان فرمایا کہ اہل کتاب کو اس قبلہ کا حق ہونا بخوبی معلوم ہے اور خود ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے مگر حسد اور عناد کی وجہ سے چھپاتے ہیں آیندہ آیت میں یہ بتلاتے ہیں کہ ان کا عناد کس درجہ پر پہونچا ہوا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور اگر آپ اس قبلہ کی حقیت اور فضیلت پر ہر قسم کے دلائل اور نشانات بھی لے آئیں تب بھی یہ لوگ آپ کے قبلہ کو قبول نہ کریں گے۔ اور نہ آپ کے قبلہ کا اتباع اور پیروی کریں گے ان کا مقصد تو یہ ہے کہ آپ ان کے تابع بن جائیں اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کبھی بھی ان کے قبلہ کا اتباع اور پیروی نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ ان کا قبلہ منسوخ ہو چکا ہے اور جس قبلہ کا آپ کو حکم ہوا ہے وہ آیندہ

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں یہ بات جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور ایک فرقہ ان میں چھپاتے

الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ ع ١٧

ہیں حق کو جان کر حق وہی جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والا

چل کر کبھی منسوخ نہ ہوگا اور بیت المقدس کے استقبال کا اب کبھی حکم نہ آئے گا اور عقلاً بھی اہل کتاب کے قبلہ کا اتباع ممکن نہیں اس لیے کہ وہ خود ہی آپس میں قبلہ کے بارہ میں ایسے مختلف ہیں کہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے قبلہ کے متبع نہیں ہر ایک نے اپنی نفسانی خواہش سے علیحدہ قبلہ کا اتباع کر رکھا ہے اور اے نبی کریم بالفرض اگر آپ ان کی نفسانی خواہشوں کا اتباع کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس قبلہ کے بارہ میں علم صحیح اور قطعی آچکا تو یقیناً آپ اس وقت ظالموں میں شمار ہوں گے۔ اس لیے کہ ناسخ کو چھوڑ کر منسوخ کا اتباع کرنا ہوائے نفس ہے اور ہوائے نفسانی کا اتباع آپ سے بوجہ معصوم ہونے کے محال ہے لہٰذا آپ سے ان کے قبلہ کا اتباع بھی محال ہوگا۔

## عناد اہل کتاب در بارۂ صاحب قبلتین رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

گذشتہ آیت میں قبلہ کے بارہ میں اہل کتاب کے عناد کا ذکر تھا اب صاحب قبلہ کے بارہ میں ان کے عناد کا ذکر ہے کہ اہل کتاب اس نبی موعود کو خوب جانتے اور پہچانتے ہیں مگر مانتے نہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ کو خوب پہچانتے ہیں کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کی توریت اور انجیل میں بشارت دی گئی ہے۔ اہل کتاب آپ کی صورت اور شکل کو دیکھ کر اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو صورت و شکل اور قد و قامت سے پہچانتے ہیں اس لیے کہ توریت اور انجیل میں آپ کا حلیہ اور صورت و شکل اور قد و قامت لون وغیرہ سب مذکور تھا۔ اور تحقیق ان میں کا ایک فریق حق کو چھپاتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ توریت میں آپ کا نبی قبلتین ہونا بھی مذکور ہے پس یہی امر حق ہے جو تیرے رب کے

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ
اور ہر کسی کو ایک طرف ہے کہ منہ کرتا ہے اس طرف سو تم سبقت چاہو نیکیوں میں جہاں کہیں تم ہو گے کر لاوے گا اللہ اکٹھا بے شک
اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔ اور جس جگہ سے تو نکلے منہ کر طرف مسجد حرام کے
وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○
اور یہی تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے ۔

پاس سے آیا ہے پس تو ان کی تلبیس کی وجہ سے ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے عبد اللہ بن سلامؓ سے دریافت کیا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹوں کی طرح پہچانتے ہو۔ تو جواب دیا کہ ہاں بیٹوں سے زیادہ پہچانتے ہیں بیٹے میں شک ہو سکتا ہے مگر حضورؐ کے بارہ میں کوئی شک نہیں ہو سکتا آپؐ کی صفات اور علامات ہماری کتابوں میں موجود ہیں آپ کو دیکھتے ہی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی برحق ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سچ کہا اور اللہ نے تم کو خیر کی توفیق دی۔

## حکمت دوم در تحویل قبلہ

اور دوسری حکمت تحویل قبلہ میں یہ ہے کہ ہر امت کے لیے ایک جداگانہ قبلہ ہے جس کی طرف وہ امت متوجہ ہوتی ہے اسی طرح تمہارے لیے بھی ایک مستقل قبلہ تجویز ہوا جس طرح تمہارا دین مستقل اور جداگانہ ہے اسی طرح تمہارے لیے قبلہ بھی مستقل ہونا چاہیے۔ پس اے مسلمانو تم اس قبلہ کے مسئلہ میں کنج وکاؤ نہ کرو۔ اصل نیکیوں کی طرف دوڑو جو مقصود بالذات ہیں یعنی نماز اور روزہ وغیرہ۔ نہ کہ قبلہ کہ وہ اصل عبادت نہیں بلکہ ذریعہ عبادت ہے اور اصل عبادت تو حکم خداوندی کا امتثال ہے جس وقت وہ خداوند ذو الجلال بیت المقدس کے استقبال کا حکم دے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو اور جس وقت خانہ کعبہ اور مسجد حرام کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دے اس طرف متوجہ ہو جاؤ۔ کسی سے منازعت کی ضرورت نہیں جس وقت جو حکم ہو اس کی تعمیل کرو۔ وہ احکم الحاکمین ہے جو چاہے حکم دے۔ تم مشرق اور مغرب میں

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ
اور جہاں سے تو نکلے منہ کر طرف مسجد حرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو

فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّــةٌ ڎ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۤ
منہ کرو اسی کی طرف کہ نہ رہے لوگوں کو تم سے جھگڑنے کی جگہ مگر جو ان میں بے انصاف ہیں

فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۤ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِىْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○
سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس واسطے کہ پورا کروں تم پر فضل اپنا اور شاید تم راہ پاؤ ٭

جہاں کہیں بھی ہو گے تم سب کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حساب کے لیے حاضر کرے گا اور تمہارے اعمال کے مطابق تم کو جزا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اب آپ آیندہ نماز میں بیت المقدس کا استقبال نہ کریں بلکہ جس جگہ سے بھی نکلیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور یہی حق ہے کہ ہر حال میں خانہ کعبہ کا استقبال کرو اور تیرے رب کی طرف سے یہ حکم آیا ہے جس سے مقصود تیری ہی تربیت ہے اور تکمیل عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں کہ کون اس کے حکم کے موافق نماز ادا کرتا ہے اور کون اس کے خلاف کرتا ہے۔

## حکمت سوم در تحویل قبلہ

اور تیسری حکمت اتمام حجت ہے۔ اولاً تحویل قبلہ کے حکم کا اعادہ فرمایا اور ثانیاً لئلا یکون للناس علیکم حجۃ سے اس حکم کی ایک جدید علت بیان فرمائی۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور پھر ہم تم کو مکرر کہتے ہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جس جگہ سے بھی باہر نکلیں تو اپنا منہ نماز میں مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور اے مسلمانو تم بھی جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی طرف کر لیا کرو تاکہ لوگوں کا تم پر کوئی الزام نہ رہے کیونکہ اگر تحویل قبلہ کا حکم نہ نازل ہوتا تو یہود تم کو یہ الزام دیتے کہ توریت میں یہ صاف لکھا ہوا ہے کہ نبی آخر الزمان کا قبلہ بالآخر قبلہ ابراہیمی ہو گا اور خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو جانے کا ان کو حکم آئے گا اور مشرکین یہ الزام دیتے کہ محمد دعوے

تو کرتے ہیں ملت ابراہیمی کے اتباع کا مگر قبلہ ابراہیمی سے روگردانی کرتے ہیں۔ اب تحویل قبلہ کے حکم نازل ہونے سے یہود اور مشرکین کسی کا کوئی الزام نہیں رہا مگر جو ان میں کے ظالم ہیں وہ اعتراض اور طعن سے باز نہ آئیں گے۔ یہود یہ کہیں گے کہ محض حسد کی وجہ سے ہمارے قبلہ کو چھوڑا جو کہ انبیاء کا قبلہ تھا اور ظالم بت پرست یہ کہیں گے کہ محمد رفتہ رفتہ اپنے آبائی دین کی طرف آرہے ہیں بس آپ ان ظالموں اور ان کے طعن سے نہ ڈریے بلکہ فقط مجھ سے ڈرتے رہیے اور ان کے طعن کی وجہ سے میرے حکم کو نہ چھوڑیے۔ خالق کے حکم کو مخلوق کے طعن سے چھوڑنا موجب خسران وعذاب ہے اور خالق کی حکم برداری کے لیے مخلوق کے طعن پر صبر کرنا موجب فلاح وثواب مخلوق کا طعن مضر نہیں خالق کی خلاف حکمی مضر ہے۔

## حکمت چہارم در تحویل قبلہ

اور چوتھی حکمت یہ ہے کہ تم پر اپنی نعمت پوری کروں کہ نماز میں (جو کہ سب سے افضل اور اعلیٰ عبادت ہے) تمہاری توجہ سب سے افضل اور اکمل قبلہ اور بہترین جہت کی طرف ہو تاکہ اس جہت کے انوار وبرکات بھی تمہاری نماز کو خوب روشن اور منور بنادیں۔ قبلہ کے باب میں اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں کہ عبادت میں افضل جہات کے استقبال کا حکم دیا جائے جیسا کہ دین کے بارہ میں اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں کہ دین کامل عطا کیا جائے۔ کما قال تعالیٰ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

## حکمت پنجم در تحویل قبلہ

اور پانچویں حکمت یہ ہے کہ تم کو سیدھا راستہ معلوم ہو اور افضل جہات کے استقبال سے تم کو ہدایت کاملہ حاصل ہو اور قریب ہی راستہ سے جلد منزل مقصود تک پہونچ جاؤ (جیسا یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کی تفسیر میں گذرا)

## تحویل قبلہ کے حکم کو مکرر لانے کی حکمت

تحویل قبلہ کے حکم فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کو تین بار اس لیے مکرر لایا گیا کہ حق تعالیٰ نے تحویل قبلہ کی تین علت غائیہ ذکر فرمائیں۔ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا اور خواہش یہی تھی۔ وحی کے انتظار میں بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ

جیسا بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑھتا تمہارے پاس ہماری آیتیں اور تم کو سنوارتا

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○

اور سکھاتا کتاب اور تحقیق بات اور سکھاتا تم کو جو تم نہ جانتے تھے ۔

دیکھتے تھے۔ آپ کی دل جوئی اور اظہار تکریم کے لیے یہ حکم دیا گیا۔ دوم یہ کہ ہر امت کے لیے مستقل قبلہ ہوتا ہے اور امت محمدیہ بھی ایک مستقل امت ہے لہٰذا اس کے لیے بھی ایک مستقل قبلہ ہونا چاہیے۔ سوم یہ کہ مخالفین کا الزام دفع کرنے کے لیے یہ حکم دیا گیا کما اشار الیہ بقولہ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اس لیے ہر علت کے ساتھ معلول کی اور ہر دلیل کے ساتھ دعوے کی تجدید کی گئی کیونکہ کلام کی خوبی یہ ہے کہ علت اور معلول اور دلیل اور دعوی دونوں ساتھ ذکر کیے جائیں

**جواب دوم** بعض اہل علم نے تکرار کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ پہلی آیت خاص ساکنان حرم کے حق میں ہے اور دوسری آیت ساکنان جزیرۃ العرب کے حق میں ہے اور تیسری آیت تمام روئے زمین کے باشندوں کے حق میں ہے۔

**جواب سوم** پہلی آیت تعمیم احوال کے لیے ہے اور دوسری آیت تعمیم امکنہ کے لیے ہے اور تیسری آیت تعمیم ازمنہ کے لیے۔ ہے یعنی تمام احوال اور تمام مکانات اور تمام اوقات میں یہی قبلہ ہے اسی کا استقبال ضروری ہے۔

**جواب چہارم** چونکہ شریعت میں سب سے پہلے یہی حکم منسوخ ہوا اس لیے اس کے بیان میں زیادہ اہتمام کیا گیا اور تاکیداً تین بار اس حکم کا اعادہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں کسی حکم کا منسوخ ہونا، محل فتنہ اور محل شبہ ہے احکام خداوندی میں نسخ ہونا بے وقوفوں کی عقل سے باہر ہے اس لیے اس حکم کا تکرار مناسب ہوا۔

## بیان وظائف رسول اعظم کہ از قبلہ ابراہیمی و حرم محترم مبعوث باشد

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ الی قولہ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ **ربط** ابتداء قصہ میں بناء کعبہ کا ذکر فرمایا اور

بعد ازاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء ذکر فرمائی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ الآیۃ کہ اے اللہ اس حرم کعبہ کی سرزمین سے ایسا نبی مبعوث فرما کہ جو تیری آیات کی تلاوت اور لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ الی آخرہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعائیں قبول فرمائیں۔ خانہ کعبہ کو مرجع خلائق اور قبلۂ عالم بنایا اور قبلۂ ابراہیمی کے بارہ میں جو سفہاء کے شبہات تھے تفصیل کے ساتھ ان کا جواب دیا اور خانہ کعبہ کا افضل قبلہ ہونا بیان فرمایا اب آگے اس بحث کو افضل الرسل کے ذکر پر ختم فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے قبلہ کے بارہ میں تم پر اتمام نعمت[عـہ] کیا کہ سب سے افضل قبلہ تمہارے لیے مقرر کیا اسی طرح ہم نے نبوت و رسالت کے بارہ میں اس طرح اتمام نعمت کیا کہ۔۔۔ سب سے افضل اور اکمل اور عظیم الشان رسول تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا اور پھر اس پر مزید انعام یہ کہ تمہاری قوم میں سے یا تمہاری جنس میں سے بھیجا۔ جو تمہارے لیے دین اور دنیا میں باعث عزت و شرف ہوا اور اس طرح تم پر اللہ کی نعمت پوری ہو۔ غور تو کرو کہ کس قدر عظیم الشان نعمت ہے اور وہ رسول فقط ہمارے احکام ہی نہیں پہنچائیگا بلکہ تم پر ہماری آیتوں کی تلاوت بھی کرے گا جس سے تم کو کلام الٰہی کے سننے کی نعمت حاصل ہوگی اور اسرار بلاغت اور دلائل اعجاز تم پر منکشف ہوں گے اور چونکہ کلام متکلم کے کمالات کا آئینہ اور مظہر ہوتا ہے اس لیے اس نور السموات والارض کے انوار و تجلیات بواسطہ اس کلام کے بقدر تمہاری استعداد کے تمہارے قلوب پر منعکس ہوں گے اور جو قلوب اور صدور اپنے رب غفور کے اس کلام سراپا نور کی حفاظت کریں گے وہ کوہ طور کا ایک نمونہ ہوں گے اور پھر تم اس کلام کے ذریعہ سے اپنے ربّ اکرم سے مناجات کر سکو گے اور اس کی تلاوت اور استماع سے جو اجر اور لذت تم کو حاصل ہوگی وہ حیطۂ بیان سے باہر ہے اور علاوہ ازیں وہ رسول تم کو اپنی ایک ہی نظر کیمیا اثر میں گناہوں کے زنگ سے آئینہ کی طرح صاف و شفاف بنا دے گا مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو اس رسول کی نظروں اور قدموں پر تو لا کر ڈالو اور اگر تم اس کی نظر ہی سے بھاگ جاؤ تو پھر نظر کیا کام کرے آئینہ جب تک آفتاب کے سامنے نہ ہو تو آفتاب کا عکس اس میں کہاں آئیگا

---

عـہ گذشتہ آیت میں وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ تھا۔ اس اتمام نعمت کے لفظ سے وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي کی طرف اشارہ ہے اور آیندہ سطر میں یہ لفظ۔ تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا۔ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝

تو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو۔

ابوبکرؓ نے آئینۂ دل کو آفتاب نبوت کے سامنے کر دیا نور ہدایت سے جگمگا اٹھا۔ ابوجہل اور ابو لہب نے آفتاب نبوت سے منہ پھیر لیا نور ہدایت سے محروم رہے۔ اور وہ رسول تم کو کتاب الٰہی کے معانی اور اس کے اسرار و حکم بھی سکھائے گا اور علاوہ ازیں وہ رسول تم کو ایسی عجیب وغریب باتوں کی بھی تعلیم دے گا کہ جن کو تم اپنی عقل سے نہیں جان سکتے تھے جیسے نماز کی کیفیت اور زکوٰۃ کی کمیت اور حج کا طریقہ۔ نماز اور زکوٰۃ کی کیفیت حضورؐ کے بتلانے سے معلوم ہوئی قرآن میں اجمال تھا حدیث نے اس کی تفصیل کی۔

## تلقین ذکر و شکر

پس جب کہ میں نے تم کو ایسی عظیم نعمتوں سے سرفراز کیا اور تم میں ایسا عظیم الشان رسولؐ بھیج کر تم کو یاد کیا تو اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تم بھی مجھ کو ہمیشہ یاد رکھو کسی وقت میری یاد سے غافل نہ ہو میں تم کو اپنے لطف و عنایت سے یاد کروں گا اور ملاء اعلیٰ میں تمہارے ذکر کا ذکر کروں گا کہ یہ میرے یاد کرنے والے بندے ہیں جس سے ملاء اعلیٰ اور ملائکۂ مقربین کی عنایات تم پر مبذول ہوں گی۔

**ف** قلب سے حجابات غفلت دور کرنے کے لیے ذکر الٰہی سے بہتر کوئی شے نہیں۔ جس طرح قلب سے حرص اور طمع کا فاسد مادہ دور کرنے کے لیے انفاق فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں۔ اور میرا احسان مانو اور شکر کرو تمہاری ہدایت کے لیے ایسا عظیم الشان رسول بھیجا۔ شکر سے نعمت میں زیادتی ہوتی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ لہٰذا اگر تم نے ہماری نعمت کا شکر کیا تو تمہاری ہدایت اور کتاب و سنت کے علم اور معرفت میں زیادتی ہوگی اور جتنا ذکر اور شکر کرو گے اسی قدر تمہارے تزکیۂ باطن اور علوم و معارف میں زیادتی ہوگی۔ اور میری ناشکری مت کرو کہ اس رسول کا انکار کر بیٹھو اور دل و جان سے اس کی اطاعت نہ کرو اور اگر من جانب اللہ علوم و معارف منکشف ہوں تو دعوے مت کرو۔ دعوی بھی ناشکری میں داخل ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○

اے مسلمانو قوت پکڑو ثابت رہنے سے اور نماز سے بیشک اللہ ساتھ ہی ثابت رہنے والوں کے

**نکتہ** دعاء ابراہیمی جو پہلے گذر چکی اس میں تعلیم الکتاب والحکمۃ کا ذکر مقدم تھا اور تزکیہ کا ذکر مؤخر تھا اور اس آیت یعنی کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ الخ میں تزکیہ کا ذکر مقدم ہے اور تعلیم الکتاب والحکمۃ کا ذکر مؤخر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اصل مقصود تو تزکیہ نفس ہے اور تعلیم الکتاب والحکمۃ اس کا وسیلہ اور ذریعہ ہے اگر تعلیم ہو اور تزکیہ حاصل نہ ہو تو تعلیم بے فائدہ ہے عموماً تزکیہ نفس تعلیم کتاب اور حکمت ہی کے بعد حاصل ہوتا ہے اور تعلیم تزکیہ کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے اس لیے دعاء ابراہیمی میں ترتیب وقوعی کے لحاظ سے تزکیہ کے مبادی اور وسائل کو پہلے ذکر کیا اور مقصود کو اخیر میں ذکر کیا اور حق جل شانہ نے جب دعاء ابراہیمی کی اجابت اور قبولیت کا ذکر فرمایا تو اصل مقصود کو پہلے ذکر فرمایا تاکہ سامعین کو ابتداء ہی سے یہ معلوم ہو جائے کہ اصل مقصود تزکیہ ہے اور وہ بارگاہ خداوندی سے منظور ہو چکا ہے۔

# طریقہ تحصیل ذکر و شکر و بیان فضیلت صبر

(ربط) گذشتہ آیت میں ذکر و شکر کا حکم تھا اور کفران نعمت کی ممانعت تھی اور ذکر و شکر میں تمام احکام خداوندی کا بجا لانا داخل تھا اور کفران نعمت کی ممانعت میں تمام منہیات اور ممنوعات سے بچنا داخل تھا اور تمام احکام کا بجا لانا اور تمام ممنوعات سے بچنا بظاہر بہت دشوار ہے۔ اس لیے آئندہ آیت میں مسلمانوں کو ذکر اور شکر کے حاصل کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں اے ایمان والو اگر ذکر اور شکر اور درجات قرب اور معرفت کے حاصل کرنے میں دشواری معلوم ہو تو صبر اور نماز کی مدد اور سہارے سے اس کو حاصل کرو۔ صبر من جانب اللہ ایک خاص ہتھیار ہے کہ جو خاص انسان کو عطا کیا گیا ہے تاکہ مشکلات میں اس کا معین اور مددگار ہو۔ حیوانات میں صرف شہوت ہے عقل نہیں۔ ملائکہ میں صرف عقل ہے شہوت نہیں۔ انسان میں عقل کے ساتھ شہوت اور

غضب بھی ہے۔ اس لیے انسان کو شہوت اور غضب کا وار روکنے کے لیے صبر کا ہتھیار دیا گیا اور فرشتہ اور حیوان کو نہیں دیا گیا۔ عقل اور شہوت میں جب کشمکش ہو تو عقل کے اشارہ پر چلنا اور نفسانی خواہشوں پر نہ چلنا اس کا نام صبر ہے۔ اخلاق جمیلہ میں صبر کا مقام نہایت بلند ہے۔ حق جل شانہ نے قرآن کریم میں صبر کو ستر یا بہتر جگہ ذکر فرمایا ہے۔ آیات قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عمل صالح کا اجر مقرر ہے مگر صبر کا اجر بے حساب ہے۔ پس اگر نفس پر احکام شرعیہ شاق اور گراں ہوں تو ان کے آسان ہونے کا ایک علاج تو صبر ہے اور دوسرا علاج نماز ہے۔ اس لیے کہ نماز ایک تریاق مجرب ہے جو ذکر اور شکر اور خشوع اور خضوع اور اس قسم کے مختلف اجزاء سے مرکب ہے جو ہر بیماری کی دوا اور ہر مشکل کا علاج ہے۔ جیسے بارش کے لیے صلوٰۃ الاستسقاء ہے اور ہر دینی اور دنیوی مطلب کے لیے صلوٰۃ الحاجت ہے۔ حضرات انبیاء کرام کو جب مشکل پیش آئی تو نماز میں مشغول ہوئے۔

حدیث میں ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پریشانی پیش آتی تو حضور نماز میں مشغول ہو جاتے۔

حدیث میں ہے کہ جب ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ رض کو پکڑوایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز میں مشغول ہو گئے۔

اور جریج راہب پر جب لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی تو جریج نماز میں مشغول ہو گئے۔ (بخاری و مسلم)

غرض یہ کہ نماز ام العبادات ہے اور دین کا ستون ہے اور مومن کی معراج ہے۔ جس کی کثرت سے مومن کے درجات میں ترقی ہوتی ہے۔ نماز اگرچہ مختلف اجزاء سے ایک معجون مرکب اور تریاق مجرب ہے لیکن اس کی روح دعا ہے جو ہر مرض کی دوا ہے۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ صبر اور نماز سے غافل نہ ہوں اس لیے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اس لیے کہ صبور اور حلیم اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں اور جو اخلاق خداوندی کا خوگیر اور عادت پذیر ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوگی۔ خداوند ذوالجلال کی بے چون و چگون معیت کی حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ جن اولیاء اور عارفین کو،

اللہ تعالے نے اپنی معیت اور قرب خاص سے سرفراز فرمایا وہ حضرات کچھ قرب اور معیت کے مزہ سے واقف ہوتے ہیں مگر کسی دوسرے کو سمجھا نہیں سکتے۔ بغیر چکھے کسی شئے کا بھی ذائقہ نہیں معلوم ہوسکتا اور جس نے کوئی پھل نہ چکھا ہو اس کو یہ حق نہیں کہ وہ اس پھل کا یا اس کے مزہ کا انکار کرے۔

(باقی آئندہ)

قسط سوم

# ملفوظات

مُلقّب بہٖ

# الکلام الحسن

از حضرت حکیم الامت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی

جمع کردہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ظلہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

(۴۶) فرمایا کہ مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کی خدمت میں دو دفعہ حاضر ہوا۔ ایک دفعہ تو خوب لتاڑا۔ رات کو گیا تھا، خلاف سُنت کیا کہ رات کو گیا۔ اسباب ایک جگہ رکھ کر مکان پر گیا خادم نے اطلاع کی تو فرمایا کہ کون کدھرے آئے، کیوں آئے؟ میں نے کہا کہ اللہ خیر کرے تین سوال ایک دم سے کر دیے۔ میں نے کہا طالب العلم ہوں، کان پور سے آیا ہوں، زیارت کے لیے آیا ہوں بہت ناخوش ہو کر فرمایا چلے جاؤ، تم کو زمین نہ نگل گئی کہ ایسے وقت آئے۔ اس وقت آنے کی وجہ فرمایئے دن میں آتے تو ہم قرض وام کر کے کھانے کا انتظام کرتے اب کہاں سے کریں۔ یہاں کوئی کھانا رکھا ہے تم کو کہاں سے کھلاؤں۔ بھلا یہ کوئی وقت ہے۔ میں واپس آ گیا۔ پھر بعد میں آدمی بھیجا کہ بلا لاؤ۔ میں پھر گیا۔ تو ایک چٹائی پر بیٹھا۔ فرمایا کہ یہاں آ جاؤ، تخت پر بیٹھ جاؤ۔ پھر نوکر کو پکارا کہ میری لڑکی کے گھر سے کھانا لاؤ۔ وہ لایا اور سالن کے برتن پر روٹی رکھ کر لایا۔ فرمایا کہ کیا بیہودہ ہے مہمان کے لیے ایسے لایا کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ دوسرا برتن نہیں تھا۔ فرمایا جھوٹ ہے۔ طاق میں برتن رکھا ہے۔ پھر دریافت کیا کہ کھانا کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ارہر کی دال ہے۔ فرمایا ماشاء اللہ خدا کی بڑی نعمت ہے۔ پھر فرمایا کہ بیر کھاؤ گے۔ میں نے کہا جی۔ تو بیر پیوندی لائے۔ فرمایا کہ تم بہت اچھے آدمی ہو۔ تمہارے اخلاق بہت اچھے ہیں۔ تم نے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ سے پڑھا۔ وہ بہت اچھے آدمی تھے۔ یہ سب کچھ کشف تھا۔ اور یہ بہت تعریف کی ورنہ ان کی عادت نہ تھی۔ پھر صبح ایک شخص کو جو بہت معزز اور وضع دار تھے فرمایا کہ کب جاؤ گے انہوں نے کہا جمعہ پڑھ کر۔ فرمایا تم کو یہاں کوئی رہنے بھی دے ابھی چلے جاؤ۔ وہ کچھ واقف تھے انہوں نے کہا میں نہیں جاتا۔ بس اُن کو پکڑ کر دھکیلنا شروع کیا۔ میں نے

کہا بھائی اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ[1] میرے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے۔ میں نے کہا کہ میں بھی جاتا ہوں۔ فرمایا چلو کہاں ہے تمہارا اسباب۔ ساتھ چل پڑے۔ آتے آتے آخر اس مکان میں پہنچے جس میں سامان تھا۔ ذرا آگے آئے پھر رخصت کرکے چلے گئے۔ بالکل بچوں کی طرح طبیعت تھی مجذوب تھے۔

(۶۵) فرمایا کہ مولوی محمد علی صاحب مونگیری کی بات مجھ کو بہت پسند آئی ہے۔ کان پور میں انہوں نے فرمایا کہ فطرۃً جو طبیعت ہوتی ہے کچھ تیز اور دوسری قسم کی پھر اسی پر نبوت اور ولایت آجاتی ہے تو وہ فطرت کا تقاضا بھی باقی رہتا ہے بدلتا نہیں۔

(۶۶) فرمایا کہ شجرہ موسیٰ علیہ السلام سے انا الحق کی آواز آئی تو اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ اور حضرت منصور پر انکار کیا۔

(۶۷) ایک غیر مقلد صاحب نے یہ کہا کہ مولانا روم و جامی کے اقوال کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا کہ ان کے اقوال کی تاویل کرنی حدیث سے ثابت ہے کیونکہ ایک جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرا تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس کی تعریف کی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَجَبَتْ"[2] پھر ایک دوسرا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سے گذرا جس کی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مذمت کی۔ اس پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَجَبَتْ"۔ صحابہ نے ہر دو بار "وجبت" فرمانے کی بابت جب دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ اول کے لیے وجبت[2] الجنۃ۔ اور دوسرے کے لیے وجبت[3] النار انتم شہداء اللہ فی الارض یہ حدیث سے ثابت ہے۔ اگر آپ جامع مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر دریافت کریں تو ہر شخص یہ کہے گا کہ مولانا روم و جامی نیک تھے۔ تو اسی حدیث سے گویا یہ ثابت ہو گیا کہ یہ اولیاء اللہ ہیں تو گویا ان کا جنتی ہونا حدیث سے ثابت ہو گیا اور منصوص ہو گیا۔ یہ وجہ ہے کہ ان کے اقوال کی توجیہ کرتے ہیں۔

(۶۸) فرمایا کہ بدعتی دو قسم کے ہیں۔ ایک مخلص۔ دوسرے بددین اور معاند۔ اسی طرح غیر مقلد دو قسم

---

[1] خوش بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑے ۱۲ [2] جنت واجب ہو گئی ۱۲ [3] دوزخ واجب ہو گئی۔ تم خدا کے گواہ ہو زمین میں ۱۲

کے ہیں۔ فرمایا کہ لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک کامل العقل۔ دوسرے ناقص العقل۔ تیسرے فاقد العقل۔ پہلا شخص تو کامل مکلف ہے۔ دوسرا ناقص مکلف ہے اس کے تحت میں داخل ہے وہ شخص[1] جس نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ مجھ کو راکھ کر کے اڑا دینا۔ اور لونڈی کا کہنا اس سوال کے جواب میں این اللہ[2] قالت فی السماء[3]۔ اور تیسری قسم مکلف ہے ہی نہیں

(۶۹) فرمایا۔ ایک فلسفی نے یہ اعتراض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تو تصور کرنا ضروری ہے تو سب سے زیادہ سہل یہ ہے کہ نقطہ کی شکل میں تصور کریں۔ میں نے جواب دیا کہ ہم اس کے مکلف ہیں کہ اس کو ایسا تصور کریں جس میں عظمت ہو اور عظمت نقطہ سے زیادہ پر ہم قادر ہیں۔ اس واسطے نقطہ میں تصور جائز نہیں۔

(۷۰) ایک جنازہ پر تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ قبر کی مقدار فقہا نے لکھی ہے کہ نصف قد اور صدر تک اور پورا قد اور حفرہ اس کے علاوہ ہو گا۔ کیونکہ اس کو حفرہ قبر کہتے ہیں قبر نہیں کہتے۔ فرمایا کہ صدر تک بہتر ہے مگر میت رکھتے وقت ذرا اس میں تکلیف ہوتی ہے۔ پہلے لوگ قوی تھے۔ پھر بلند آواز سے یہ اعلان فرمایا کہ قبر کی مقدار دو ہاتھ ہے اور حفرہ ایک ہاتھ اور مردہ کو قبلہ کی طرف استناد[4] کر کے پھیر دیا جاوے۔ صرف منہ قبلہ کی طرف کر دینا کافی نہیں۔ مشرقی دیوار سے استناد کر دیا جائے۔

(۷۱) ایک شخص نے پوچھا کہ جب آپ شغل میں ہوتے ہیں تو ایسے وقت سلام جائز ہے؟ فرمایا کہ یہ کچھ ایسا شغل نہیں۔ میں خود بھی اس میں بولتا ہوں تو سلام جائز ہے۔

(۷۲) ایک شخص نے کچھ سوال کیا۔ تو فرمایا کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو اس سے لکھوا کر لاؤ۔ پھر فرمایا کہ میں اہل علم کو متنبہ کرتا ہوں کہ فتوے میں یہ طریق اختیار کریں۔ کسی کے کہنے سے کسی دوسرے شخص پر فتویٰ نہ لگائیں۔ کسی پر اس طرح کفر کا فتویٰ نہ لگائیں۔ طبیب حاذق جب تک بیمار کو خود نہیں دیکھتا نسخہ نہیں لکھتا۔

---

[1] اس شخص کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میری لاش کو جلا کر راکھ کر کے ہوا میں اڑا دینا پھر جب حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوا اور یہ سوال کیا گیا کہ ایسا کیوں کیا تھا تو اس نے کہا کہ خداوندا میں گنہگار تھا اور ڈرتا تھا کہ تیرے سامنے حاضر ہوا تو پکڑا جاؤں گا اس لیے ایسا کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ جب میرے جسم کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں گے تو پھر جمع نہ ہو سکیں گے اور میں حاضری سے بچ جاؤں گا ۱۲ [2] اللہ کہاں ہے؟ [3] اس نے کہا آسمان میں ۱۲ [4] سہارا لگا کر ۱۲

(۷۳) فرمایا کہ استاد کا ادب کرے تو فائدہ ہوتا ہے۔ میں نے طلباء کو دیوبند میں یہ کہا تھا کہ استاد کا ادب کرو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ پھر میں نے خود اس پر شبہ کیا کہ اگر تم کہو کہ ہم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادب کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ استاد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ بزرگ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ استاد تو اور بھی ہیں۔ اور بزرگوں کا ادب اس واسطے کرتے ہیں کہ ان کے ناراض ہونے سے نقصان ہوگا۔ میں نے اصلاح القلوب میں ثابت کیا ہے کہ والدین کا حق سب سے مقدم ہے اور بعد میں استاد اور پیر کا۔ مگر لوگ برعکس کرتے ہیں سب سے اول پیر کا حق جانتے ہیں اس کے بعد استاد اور باپ تو نرا باپ ہے۔

(۷۴) فرمایا کہ بچوں کو بھی اُسی وقت سمجھانا چاہیے تسامح جائز نہیں۔ ورنہ عادت پختہ ہو جائے گی۔

(۷۵) فرمایا کہ ایک شخص نے طلاق دی اور ایک مولوی صاحب نے جو کسی غیر مقلد سے سنا تھا یہ کہا کہ طلاق نہیں ہوئی۔ کیونکہ دینے والے نے "طلاق" نہیں دی "تلاک" دی ہے۔ اور طلاق واقع نہیں ہوئی۔ مولوی عبد الرب صاحب نے فرمایا کہ پھر نکاح بھی نہیں تھا کیونکہ اس نے نکاح کے وقت "نکاح" نہیں کہا تھا بلکہ "نکاہ" کہا تھا پھر وہی مطلوب حاصل ہو گیا جو طلاق واقع ہونے سے ہوتا۔

(۷۶) فرمایا کہ مولوی عبد الرب صاحب گو عالم نہ تھے مگر ذہین تھے۔ ایک دفعہ میں نے ان سے بہت عجیب بات سنی۔ مسجد رڑکی میں ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں سے کون حق پر تھا۔ فرمایا کہ حضرت علیؓ۔ اس نے کہا کہ گو غلطی اجتہادی ہو مگر بڑے آدمی کو تو تھوڑی غلطی پر بھی بہت ملامت کی جاتی ہے۔ تو بڑی غلطی پر زیادہ سزا کے مستحق ہوئے۔ فوراً جواب دیا اور یہ جواب نہایت عمدہ ہے۔ فرمایا۔ یہ تھوڑی سزا ہے کہ ہم جیسے گنہ گار، گندے، نالائق اتنے بڑے آدمی کو یہ کہہ رہے ہیں کہ غلطی کی۔ یہ ان کے لیے کوئی تھوڑی سزا ہے۔ فرمایا بہت عمدہ جواب دیا۔

(۷۷) فرمایا، ایک آدمی کا پیٹ بڑا تھا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں زیر ناف کے بال خود نہیں دور کر سکتا نظر نہیں آتا اُسترا الگ جاتا ہے۔ میں نے اس کو چونا وغیرہ کی ترکیب بتلا دی کہ اس سے صاف کر لیا کرو۔ اس نے بہت خوشی ظاہر کی اور کہا کہ میں ایک مولوی صاحب کے

پاس گیا انہوں نے جواب دیا کہ بیوی سے کرالیا کرو۔ فرمایا کہ "یک[1] من علم را دہ من عقل باید"۔

(۷۸) فرمایا سپرٹ تمام رنگوں اور چھپائی میں اور بہت جگہ استعمال ہوتی ہے اور خود اس میں شبہ ہے کہ اشربہ[2] اربعہ محرمہ سے ہے یا نہیں۔ پھر رنگوں میں استعمال ہوتی ہے یا نہیں؟ تو شبہ الشبہ ہوا۔ شبہ نہیں ہوا۔ اس واسطے جائز کہا جاوے گا۔

(۷۹) فرمایا کامران میں ایک جنازہ پڑھایا تو ایک شخص نے کئی دنوں کے بعد مجھ کو ایک روپیہ دیا اور کہا یہ آپ کی نذر ہے۔ میں نے کہا کہ آخر کیا وجہ ہے ہم کئی دنوں سے یہاں قرنطینہ میں ہیں آج دیا پہلے نہیں دیا۔ اس نے کہا یہ نماز جنازہ کی مزدوری ہے۔ فرمایا کہ میں نے جواب دیا کہ نماز پر مزدوری جائز نہیں۔

(۸۰) فرمایا کانپور میں ایک دفعہ وعظ کے بعد کسی شخص نے روپے دیئے میں نے واپس کر دیے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ مفت وعظ میں وعظ کی بے قدری ہے۔ میں نے کہا کہ فروخت کرنے میں بے قدری نہیں اور مفت میں بے قدری ہے؟

(۸۱) فرمایا کہ حضرت عمرؓ جب خلیفہ ہوئے تو سب اپنے خاندان کو جمع کیا اور فرمایا کہ پہلے تم عمرؓ کا خاندان تھے۔ اب خلیفہ کے خاندان سمجھے جاؤ گے۔ اس واسطے اب اگر تم نے کوئی غلطی کی۔ لوگ اس سے تمسک کریں گے۔ اسی واسطے اب اگر تم میں سے کسی نے غلطی کی تو دو گنی سزا دوں گا۔ پھر فرمایا کہ یہ قرآن سے بھی ثابت ہے ازواج مطہرات کی سزا میں۔ اس میں ازواج مطہرات کی فضیلت کا بھی ثبوت ہے کہ تمہاری عظمت کی وجہ سے تم کو سزا بھی زیادہ ہے۔ آگے دوسرے جملہ سے بھی عظمت معلوم ہوتی ہے:-

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ۝ اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ گو تم بہت بلند مرتبہ ہو کہ تمہاری سزا کا تصور بھی مشکل ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہیں۔ اور فرمایا کہ اسی واقعہ میں فاحشۃ مبینۃ سے بھی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ فاحشہ کے معنی یہاں بدکار نہیں بلکہ ایذاء ہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ایسا برا ہے کہ اس کے لیے وہ لفظ ذکر کیا جو بدکار کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ تو اس میں حضور ﷺ کی شان عظمت کا

[1] ایک من علم کے لیے دس من عقل کی ضرورت ہے ۱۲ [2] وہ چار شرابیں جو حرام ہیں ۱۲

پتہ لگا اور مبینہ بیان یعنی تبیینہ کے ہے کیونکہ باب تفعیل یعنی باب تفعل آجاتا ہے۔ مگر صیغہ تفعیل کا اختیار کرنا اس میں مبالغہ ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار فرمایا ہے کہ حضرت کو ایذا دینا یہ ایسا بُرا فعل ہے کہ اپنی بُرائی کو خود ظاہر کر رہا ہے۔ اس کے ظاہر کرنے کے لیے خود کافی ہے جیسا آفتاب۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

(۸۱) فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب سہارن پوری حیدرآباد سے آئے تھے۔ تو ان سے میں نے کہا کہ میں نے صرف درسی کتابیں دیکھی اور پڑھی ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ کم از کم ہزار کتابیں تو دیکھی ہوں گی۔ فرمایا میرا حافظہ طالب علمی میں تو اچھا تھا۔ پھر اچھا نہیں رہا۔ اس واسطے زیادہ کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔

(۸۲) ایک صاحب حضرت کے تشریف لانے پر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا بھائی کسی کے کھڑے ہونے سے تقاضہ ہوتا ہے کہ جلد بیٹھ جاؤں اور آزادی فوت ہو جاتی ہے۔ اس واسطے کھڑا ہونا اچھا نہیں پھر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے کھڑے ہونے سے منع فرمایا تھا۔

(۸۳) فرمایا کہ نواب وقار الملک نے علی گڑھ کالج میں وعظ کہنے کی درخواست کی۔ تو میں نے وہاں یہ بیان کیا کہ صاحبو! تم ساری خطا علماء ہی کی بیان کرتے ہو۔ تمہارا بھی کچھ فرض ہے۔ جیسا ان کا ہدایت کرنا فرض ہے ایسا ہی تمہارا ہدایت کا طلب کرنا فرض ہے تم نے اپنے فرض کے ترک پر اپنے آپ کو ملامت نہیں کیا۔ باقی یہ کہ علماء تم کو خود یہاں آکر سمجھا دیں یہ فرض تو ہے نہیں۔ باقی رہا مستحب۔ مستحب کے ترک پر ملامت جائز نہیں اور خصوصاً جب اس مستحب پر عمل کرنے سے مفاسد پیدا ہوں تو اس مستحب کو چھوڑ دینا چاہیے اور وہ مفسدہ یہ ہے کہ خود علماء میں بظاہر اتنی وسعت نہیں کہ اپنے مصارف پر سفر کریں۔ آخر چندہ کریں گے اور چندہ میں نفس پروری اور غبن وغیرہ کا الزام جو اصل مقصود کے لیے بے حد مضر ہے ہو گا۔ اس واسطے اب میں ایک صورت پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ آپ کسی مولوی کو تیسرے درجہ کا کرایہ دے کر یہاں بلا کر وعظ کرا لیا کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جب کوئی شبہ ہو اس کو نوٹ کر لیجئے اور اتوار کو اس کی تفصیل لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیجئے اس سے بھی زیادہ سہل یہ ہے کہ مسجد میں ایک رجسٹر رکھ لیجئے جو شبہ ہو اس میں لکھ لیجئے جب جی چاہے وہ رجسٹر ہمارے پاس روانہ کر دیں پھر ہم جواب دیں گے۔ مگر جواب کا طریق یہ ہو گا کہ ہم کتاب کی شکل میں شائع کر دیں گے

اور کچھ اصول موضوعہ رکھیں گے ان سے جواب دیا امداد ہوگی جیسے اقلیدس. مگر افسوس ہے کہ سول سرجن کے پاس تو خود جاؤ، فیس دو اور قدر کرو اور ان پر یہ اعتراض نہیں کہ وہ ہمارے گھر آکر ہمارا علاج کیوں نہیں کرتے اور علماء پر اعتراض ہو۔

(۸۵) فرمایا کہ اکبر حسین جج الہ آبادی نے ایک قطعہ میں دیوبند، ندوہ اور علی گڑھ کی تعریف کی ہے:۔

ہے دلِ روشن مثالِ دیوبند　　اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند
اب علی گڑھ کی بھی تم تشبیہ لو　　اک معزز پیٹ بس اس کو کہو
پیٹ ہے سب پر مقدم اے عزیز
گرچہ فکرِ آخرت ہے اصل چیز

(۸۶) فرمایا کہ میں نے میرٹھ جلسہ مؤتمر الانصار میں کہا تھا کہ تم علماء کو دینا بند کردو. جلسہ کے سب لوگ اتفاق کرکے اپنی امداد روک لو ہم کو کچھ پروا نہیں۔ ہم میں سے کچھ چاول کی دکان کریں گے کچھ اور چیزوں کی. مگر تم اپنی فکر کرو کہ بیس سال بعد تمہاری اولاد کچھ یہودی ہوگی کچھ نصرانی ہوگی۔

(۸۷) ایک شخص نے سوال کیا کہ علماء ایک ہی قسم کی کتابیں پڑھتے ہیں پھر آپس میں کیوں اتنا اختلاف کرتے ہیں۔ فرمایا کہ دو مقدمہ وجہ اختلاف کے ہوئے. ایک یہ کہ ایک عمل ایک حیثیت سے سنت ہے اور دوسری حیثیت سے بدعت. یا یوں فرمایا کہ اگر اس نیت سے کیا جائے تو بدعت اگر اس نیت سے کیا جائے تو سنت. تو اختلاف اس میں ہے کہ عوام کی نیت کیسی ہوئی۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ مباح اور مندوب کو مفاسد کی وجہ سے ترک کرنا چاہیے. جیسا امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں. یا مفاسد کو ترک کرنا چاہیے اور عمل کرنا چاہیے جیسے صوفیاء اور امام شافعیؒ اس طرف گئے ہیں. یہ وجوہ اختلاف ان میں ہیں جو مخلص ہیں. باقی معاندین کا تو اعتبار نہیں۔

(۸۸) میں نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اخبار میں لکھا ہے کہ لوگ حج کو جانے والے چندہ دیں تاکہ ایک جہاز کا انتظام کریں. فرمایا کہ خدا نہ کرے اگر ڈوبے تو سب ڈوبیں. اس واسطے علیحدہ علیحدہ جانا چاہیے تاکہ کچھ تو بچیں۔

(۸۹) فرمایا کہ میں جماعت بنانے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ بس "حزب اللہ"[۱] ہونی چاہیے۔

(۹۰) ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ فلاں بزرگ کی نسبت "موسوی" ہے اور فلاں کی "ابراہیمی"۔ فرمایا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں سب کمال تھے جو باقی انبیاء میں تھے۔ تو جس صفت کا جس میں غلبہ ہوا اسی کی طرف وہ منسوب ہوں گے ورنہ حقیقت میں حضورؐ کی ہی نسبت ہے۔

(۹۱) احقر نے عرض کیا کہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی نے لکھا ہے کہ امام مالک علیہ الرحمۃ کے مذہب کے مطابق مفقود کی عورت چار سال بعد دوسری جگہ نکاح کر لے۔ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قاضی سے فسخ کرالے۔ اور فرمایا کہ مولوی عبدالعلی صاحب مدراسی نے کہا تھا کہ اگر مولوی عبدالحی صاحب کا مناظرہ نواب صدیق حسن صاحب سے نہ ہوتا تو غیر مقلد ہو جاتے۔ مؤطا امام محمد میں تو مذہب حنفی کو قریب قریب معطا کر دیا یعنی ترک کر دیا۔

(۹۲) فرمایا کہ خطبہ میں ذکر اللہ ہے اور ذکر اور تذکیر[۲] میں یہی فرق ہے کہ اول میں افہام[۳] مقصود نہیں۔ ثانی میں افہام مقصود ہے اس واسطے خطبہ عربی میں ہونا چاہیے۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فتوحات کیں۔ کسی ملک میں جا کر ان لوگوں کی زبان میں خطبہ نہیں پڑھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ عربی ہی میں ہونا چاہیے۔

(۹۳) فرمایا کہ ملامت میں تو جی گھبراتا ہے۔ مگر ایک ملامت میں لطف آتا ہے۔ وہ یہ کہ کہتے ہیں کہ ایسے بددماغ ہیں کہ ہم کو منہ تک نہ لگایا۔ اس ملامت میں خوب لطف ہے۔ بے غیرت ہو کر مال حاصل کرنے میں وہ لطف نہیں۔

(۹۴) فرمایا کہ میرے قلب میں خواب کی کوئی قدر نہیں ع

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

(۹۵) فرمایا کہ اسی شیعی کا خط آیا ہے کہ میں نماز تو پڑھتا ہوں۔ فرمایا ایسا کوڑھ مغز ہے۔ وہ فیصلہ معاملات کا کیا کرتا ہوگا خاک۔ وہ مجسٹریٹ ہے۔ فرمایا اب صاف لکھ دیا ہے کہ جب تک تم اپنے مذہب پر ہو میں اپنے مذہب ہوں۔ افادہ ممکن نہیں۔ (باقی آئندہ)

۱ اللہ کی جماعت ۱۲ ۲ نصیحت کرنا ۱۲ ۳ سمجھانا ۱۲

قسط اول

# النور

از حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

یہ وعظ جس کا نام "النور" ہے۔ حضرت رحؒ نے جامع مسجد تھانہ بھون میں بتاریخ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ فرمایا تھا اُس سال جگہ جگہ "عید میلاد النبی" کا چرچا تھا اس لیے اس وعظ میں حضرت رحؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کے آداب بیان فرمائے اس وعظ کو حضرت مولانا مولوی سعید احمد صاحب تھانویؒ نے ضبط فرمایا تھا اور تقریباً ڈھائی گھنٹہ میں وعظ ختم ہوا۔

مدیر

اَلحمدُ للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم۔ اَمّا بعد، فقد قال اللہ تعالیٰ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یہ ایک مختصر سی آیت ہے۔

اس میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں کا عطا فرمانا اور اُن دونوں نعمتوں پر اپنا احسان ظاہر فرمانا بیان فرمایا ہے۔ اُن دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہے اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے۔ ایک کو لفظ نور سے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے، اور یہ توجیہ اس آیت کی ایک تفسیر کی بنا پر ہے یعنی جب کہ نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود مراد لیا جائے اور اگر دوسری تفسیر اختیار کی جاوے یعنی نور اور کتاب دونوں سے قرآن مجید ہی مراد لیا جاوے تو توجیہ بدل جاوے گی اور اس صورت میں عطف کتاب کا نور پر باوجود اتحاد ذات کے تغائر حیثیت و صفت کے اعتبار سے ہوگا کہ ایسی کتاب عطا فرمائی کہ اس میں ایک صفت "نوریت" کی ہے اور دوسری صفت "کتابیت" کی ہے اور اس توجیہ کی بنا پر بھی وہ تعدد نعمت فوت نہ ہوگا۔ یعنی وہ دو نعمتیں اب بھی

رہیں گی۔ لیکن ایک پر دلالت مطابقی ہوگی اور دوسری پر دلالت التزامی۔ یعنی قرآن پر تو دلالت مطابقی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور چونکہ قرآن کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اور حضورؐ کی برکت سے ہم کو یہ نعمت عطا ہوئی۔ اس لیے اسی کلام میں بطریق لزوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود پر بھی دلالت ہوگی۔ بہر حال دونوں بطریق مطابقت مذکور ہوں یا ایک بطریق مطابقت اور دوسری بطریق لزوم۔ مگر ہر حال میں اس آیت میں دو نعمتوں کا ذکر ہے۔ یہ حاصل ہے اس آیت کا۔

## اس آیت کو اختیار کرنے کی وجہ

مگر قبل اس کے کہ اس کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے اس سوال کا جواب دیتا ہوں کہ اس وقت اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ سو اول تو یہ سوال ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ایسا نہیں کہ اس پر یہ سوال ہو سکے مگر یہ سوال ہمارے کم سمجھ مدعیان محبت اخوان[1] کی بدولت پیدا ہوا ہے اور وہ وہ لوگ ہیں جو آج کل ذکر مولد میں تخصیصات کے پابند ہیں۔ سو ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو خاص خاص ازمنہ[2] کے ساتھ مختص[3] کر دیا ہے جیسے بعض مدعیان محبت حضرت حسینؓ نے ذکر حسینؓ کو محرم کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور ایسا ہی ان مدعیان محبت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو ربیع الاول کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ اور عجب نہیں کہ میرے اس وقت کے بیان سے کسی کے ذہن میں یہ بات آئی ہو کہ یہ بیان بھی شاید اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ مہینہ اس بیان کا ہے اور اس کے ذہن میں آنے سے دو قسم کے لوگوں کو دو تعجب پیدا ہوئے ہوں۔ منہمکین[4] فی التخصیصات کو تو یہ تعجب کہ یہ لوگ تو اس تخصیص پر کلام[5] کرتے ہیں پھر خود اس کا ارتکاب کرنے کی کیا وجہ کیا ان لوگوں کے قول و فعل مطابق نہیں ہوتے اور مانعین[6] تخصیصات کو یہ تعجب کہ اس نے محققین کا مسلک کیوں چھوڑا۔ بہر حال چونکہ ایک خاص جماعت نے ذکر رسولؐ کو خاص کر دیا ہے خاص اوقات کے ساتھ اسی لیے اس وقت میرے اس بیان پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ ورنہ یہ سوال بالکل لا یعنی تھا۔ اور یہ کسی مسلمان کے دل میں پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

---

[1] بھائیوں ۱۲ [2] زمانوں ۱۲ [3] خاص ۱۲ [4] یعنی ان لوگوں کو جو کسی خاص وقت میں ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں ۱۲ [5] یعنی اعتراض ۱۲ [6] ان لوگوں کو جو کسی خاص وقت میں ذکر کے مخالف ہیں ۱۲

## فضیلت ذکر رسول ﷺ

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ایسی چیز ہے کہ اس کی نسبت یہ سوال ہو سکے کہ اس وقت اس ذکر کو کیوں اختیار کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک تو ایسی چیز ہے کہ ہر وقت ہر انسان کے رگ و پے میں ساری ہو بلکہ دوسرے اذکار بھی اسی ذکر کی طرف راجع ہو جایا کریں۔ اور اس کو ہم نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے انسان ہر ذکر سے اسی کا ذکر نکال لیتا ہے اور ہر گفتگو کا خاتمہ اسی کے تذکرہ اور یاد پر ہوتا ہے۔

حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کو چونکہ محبت حق اور توحید میں کمال تھا اور توجہ بحق غالب تھی آپ ہر بات کو توحید کی طرف منعطف فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بعض حکام مکہ کے تشددات کا تذکرہ شروع کیا کہ یوں ظلم کرتے ہیں۔ یوں پریشان کر رکھا ہے۔ مگر وہاں تو دل میں ایک ہی بسا ہوا تھا اور یہ حالت تھی کہ ؎

خلیل آسا در ملک یقیں زن　　نوائے لا احب الآفلیں زن

اور یہ حالت تھی کہ ؎

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں نہ کند بہ کس نگاہے

بس مسکرا ہی فرماتے ہیں کہ آج کل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے اور اس کے بعد خدا تعالیٰ کے اسماء جمالیہ و جلالیہ یعنی لطیفہ و قہریہ کی تحقیق ہونے لگی۔

## تحقیق اسماء جلالیہ و جمالیہ

اور اس اسماء جمالیہ اور جلالیہ کے وہ معنی نہیں جن کو عاملین اسماء جلالیہ و جمالیہ کہتے ہیں اور جن میں اُن کے نزدیک گوشت چھوڑ دینا ضروری ہے۔ وہ تو ایک مخترع اصطلاح ہے۔ بلکہ مراد اسماء جلالیہ سے اسماء قہریہ اور اسماء جمالیہ سے اسماء لطیفہ ہیں۔ تو یہ سختی وغیرہ جو کچھ ہوتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ظہور ہوتا ہے اور اس

---

۱ رچا ہوا ۱۲　۲ حضرت ابراہیم کی طرح اقلیم یقین کا دروازہ کھٹکھٹا و اور لا احب الآفلین (یعنی مجھے غروب اور فنا ہو جانے والی چیزیں پسند نہیں) کا نعرہ لگاؤ ۱۲　۳ اسی مضمون کا اردو شعر ہے ؎

شمس و قمر کی روشنی دہر میں ہو ہوا کرے　　مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

۴ گھڑی ہوئی بات ۱۲

ہیں خداتعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔ ظلم وستم اگرچہ ہمارے افعال ہونے کی حیثیت سے اور ہمارے اعتبار سے معصیت ہے مگر اس کی تخلیق و تکوین[1] میں بھی خداتعالیٰ کے مصالح اور بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے استادؒ سے سنا ہے کہ دنیا میں چوری ہوتی ہے مگر اس کا وجود بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تو اعتقاد ہے کہ خدا کی حکمت نے چاہا کہ کوئی ایسا ہو اور کوئی ویسا ہو اور اس فعل میں گناہ بھی ہوگا بوجہ اس کے اختیاری ہونے کے۔ مگر یہ ایسا ہے جیسے گھر میں پاخانہ ہوتا ہے کہ وہ تمام قطعات[2] سے ارذل[3] ہے لیکن مکان بغیر اس کے ناتمام ہے ایسا ہی عالم بدون کفر کے ناتمام ہے ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ بزرگوں کی برکات کا تو مقتضا یہ تھا کہ ان کے مزارات پر خرافات نہ ہوا کرتے۔ اسی شب خواب میں یہ شعر وارد ہوا ؎

در[4] کارخانہ عشق از کفر ناگزیر است — آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

اسی طرح چوری کیسی بری چیز ہے مگر بہت سی حلال روزیاں اس کی بدولت ہیں۔ مثلاً لوہاروں سے عمدہ عمدہ قفل بنوائے جاتے ہیں۔ اور یہ اسی کی بدولت بڑھئی سے مضبوط کواڑ تیار کرلیے جاتے ہیں۔ پاسبانوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ یہ سب اسی کی بدولت ہے۔ تو اسماء جلالیہ کے ظہور کے یہ معنی ہیں۔ تو حضرت حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ آج کل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غیبت وغیرہ سب بھاگ گئی تو جس کے دل میں کوئی چیز بسی ہوئی ہوتی ہے اس کو ہر چیز میں اسی کا ذکر یاد آتا ہے۔ جب ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کی محبت کا یہ اثر ہے تو جن لوگوں کو خدا اور رسول کی محبت نصیب ہے ان کا تو کیا ذکر ہے۔ جو لوگ دنیا کی کسی عورت یا کسی مرد پر عاشق ہو جاتے ہیں ان کو دیکھیے کہ ہر بات میں ہر تذکرہ میں ان کو اس کی یاد لگی رہتی ہے۔

**حکایت** ایک کنجوس کی حکایت ہے کہ اس نے اپنے کسی دوست کو ایک مرغی دے دی تھی۔ اب جب کبھی کسی بات کا تذکرہ آتا اس کو فوراً وہ مرغی یاد آتی کہ زید اس دن گیا تھا، جب ہم نے تم کو مرغی دی تھی، فلاں واقعہ اس دن ہوا تھا جب ہم نے تم کو مرغی دی تھی۔ غرض جو واقعہ ہوتا اس پر یہی ذکر۔ وہ مرغی ہر واقعہ کا پتہ بتلانے میں اس کے لیے ایسی ہوگئی جیسے ہندستان کے لیے

---

[1] پیدا کرنے میں ۱۲ [2] جگہوں ۱۲ [3] کم درجہ ۱۲ [4] اس کارخانۂ عشق میں کفر کا وجود ضروری ہے۔ آخر نار جہنم کس کو جلائے اگر بولہب نہ ہو ۱۲

غدر۔ کہ غدر میں یوں ہوا تھا۔ اور غدر میں ہماری عمر نو برس کی تھی۔ تو جیسے ہندستان کے لیے غدر تاریخ ہوگئی ہے ایسے ہی اس کے لیے مرغی تاریخ ہوگئی۔ آخر دوست نے تنگ آکر مرغی خرید کر اس کے حوالہ کی کہ بھائی تو مرغی لے لے اور اس ذکر کو چھوڑ۔

تو جس چیز کا خیال بندھ جاتا ہے وہ ہر وقت یاد آتی ہے۔ پس جس کو خدا اور رسول سے محبت ہو تو اگر ہر بات میں وہی یاد آویں تو کیا تعجب ہے۔ صحابۂ کرام کی تو یہ حالت تھی کہ بات بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ آجاتا تھا۔ حضرت ہند بن ابی ہالہؓ کی نسبت حدیث میں ہے کہ کان وصافاً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضورؐ کا بہت ذکر کرنے والے تھے۔ آخر ہم کو دیکھیے کہ ہم مثلاً حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں ہیں تو ذرا سے بہانے سے اس سلسلہ کے بزرگوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس کے قطع کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ محض محبت کے سبب ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے ؎

دید مجنوں را یکے صحرا نورد[1] ۔۔۔ در بیابان غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود انگشتاں قلم ۔۔۔ مے نمودے بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنونِ شیدا چیست ایں ۔۔۔ مے نویسی نامہ بہر کیست ایں
گفت مشق نام لیلےٰ مے کنم ۔۔۔ خاطر خود را تسلی مے کنم

یعنی اگر مسمیٰ میسر نہیں تو اسم ہی سہی۔ جب نفسانی کیفیت کی یہ حالت ہے تو خدا کی محبت کی کیا حالت ہوگی

عشقِ مولےٰ کے کم از لیلےٰ بود ۔۔۔ گوئے گشتن بہر او اولےٰ بود

کیا خدا کی محبت لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہے۔ اس کے واسطے تو سانہ کافی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف ہے کہ اس کے واسطے کسی اہتمام کی کیا ضرورت ہے وہ تو ہر بات میں آجانا چاہیے نیز اس کی بھی کیا ضرورت ہے کہ اگر بیان ہو تو صرف ولادت شریفہ اور معجزات ہی کا بیان ہو۔ آپؐ کی تو ہر ہر بات ذکر کے قابل ہے نشست و برخاست، اخلاق و عادات، مجاہدات و ریاضات، افعال و احکام، اوامر و نواہی۔ مگر بات یہ ہے کہ انسان کا نفس راحت طلب ہے جس بات میں کچھ کرنا پڑتا ہے

---

[1] کسی نے مجنوں کو دیکھا کہ بیابان میں اکیلا بیٹھا ہوا انگلی سے ریت پر کچھ لکھ رہا ہے۔ پوچھا کہ کیا کر رہے ہو اور کس کو خط لکھ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں تو لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا اور اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔

اُس سے جان چُراتا ہے تو ہر بات کے تذکرہ میں چونکہ احکام پر بھی عمل کرنا پڑتا ہے اس لیے اس کو بالکل ترک کر دیا۔ کان پور میں مجھ سے ایک شخص کہنے لگے کہ لوگوں نے مولود شریف کے مٹانے کا ایک اور بھی طریقہ ایجاد کیا ہے کہ اس میں نماز روزہ وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اللہ اکبر! بتلایئے کہ جو لوگ نماز وغیرہ کے تذکرہ کو حضورؐ کے ذکر کا مٹانا کہیں کیا وہ محب رسول ہیں؟ صاحبو یہ سب امور بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر ہیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ سے مولود کی بابت پوچھا گیا۔ فرمایا کہ میاں ہم تو ہر وقت ذکر مولد کرتے ہیں کیونکہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کیوں پڑھتے۔ غرض آپؐ کا ذکر تو ہر وقت ہی ہونا چاہیے۔ پھر آپؐ کی ہر ادا کا ذکر ہونا چاہیے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے غصہ و خفگی کا بھی ذکر ہونا چاہیے۔ محبوب کی تو خفگی اور تیزی بھی محبوب ہوتی ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

محبت وہ چیز ہے کہ واللہ العظیم اگر حضورؐ کے غصہ اور عتاب کا بھی ذکر ہو تو مزے لے لے کر ذکر کریں صحابہ کرامؓ نے اس راز کو سمجھا تھا اور محبت کی یہ دولت ان حضرات کو نصیب تھی۔

## حضرت ابوذرؓ کی حکایت

حضرت ابوذر غفاریؓ اکثر آزادی سے پوچھتے تھے اور ان کے مزاج میں تحقیق کا مادہ زیادہ تھا اور وہ ذرا آزاد تھے لیکن یہ اُن کا حال تھا اُن پر اس سے ملامت بھی نہیں ہو سکتی مولانا کہتے ہیں ؎

گفتگوئے[1] عاشقاں در کار رب جوشش عشق ست نے ترک ادب

بے ادب ترنیست زو کس درجہاں باادب ترنیست زو کس درجہاں

باادب تو اس لیے کہ جان و مال سے حاضر ہے اور بے ادب اس معنی کر کہ اس کے الفاظ ذرا بے ٹھکانے ہوتے ہیں۔ غرض حضرت ابوذر غفاریؓ ایک حدیث کے متعلق بار بار دریافت کر رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار میں فرمایا کہ وان رغم انف ابی ذر یعنی تمہارا جی چاہے یا نہ چاہے مگر اسی طرح ہو گا۔ حدیث یہ تھی کہ جو شخص لاالٰہ الا اللہ کہے گا وہ جنت میں داخل ہو جاوے گا۔ اور حضرت ابوذر کو اس پر تعجب ہوا کہ انہوں نے نفس[2] ایمان لانے پر دخول اوّلی کو مرتب سمجھا تو حضرت ابوذر غفاریؓ کی یہ حالت تھی کہ جب کہیں اس حدیث کو ذکر

[1] خدا تعالیٰ کے بارے میں عاشقوں کی باتیں غلبہ عشق کی وجہ سے ہوتی ہیں نہ کہ بے ادبی کی وجہ سے۔ اُن کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ ظاہر میں اُن سے زیادہ کوئی بے ادب نہیں اور درحقیقت ان سے زیادہ باادب کوئی نہیں ۱۲

[2] صرف ۱۲

کرتے تھے وہیں پیار میں آکر مزے لینے کو یہ بھی کہتے تھے کہ دان سر غم انف ابی ذر۔

**حکایت** حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید حج کو گئے انہوں نے فرمایا کہ جب مدینہ جاؤ تو روضہ اقدس پر میرا بھی سلام عرض کرنا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ اپنے بدعتی پیر سے ہمارا بھی سلام کہنا۔" بدعتی اس لیے فرمایا کہ اُن سے بعض باتیں بصورت بدعت صادر ہوتی تھیں اگرچہ واقع میں وہ بدعت نہ تھیں یعنی کسی معذوری کی وجہ سے اُن سے بعض افعال ظاہر سنت کے خلاف صادر ہو جاتے تھے۔ تو یہ جب واپس آئے تو حضرت شاہ ابو المعالی صاحبؒ نے پوچھا کہ ہمارا سلام بھی کہا تھا۔ انہوں نے عرض کر دیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے پیر سے ہمارا سلام کہہ دینا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ وہی لفظ کہو جو وہاں سے ارشاد ہوا ہے۔ مرید نے عرض کیا کہ حضرت جب آپ کو وہ لفظ معلوم ہے تو پھر میرے ہی کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ نیز میں وہ لفظ کیسے عرض کروں۔ آپ نے فرمایا کہ گو معلوم ہے مگر سُننے میں اور ہی مزا ہے اور میاں تم خود تو نہیں کہتے وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان سے ادا ہوگا۔ آخر انہوں نے وہی لفظ ادا کر دیا۔ بس اُن کی یہ حالت ہوئی کہ وجد میں کھڑے ہو گئے اور بے ساختہ یہ شعر زبان پر جاری تھا ؎

بدم گفتی[1] و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی  جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

وجد کرتے تھے اور اس شعر کو پڑھتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ محبت وہ چیز ہے کہ جس کے آثار کی نسبت میں نے پہلے کہا ہے

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ  ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

اسی لیے اگر حضورؐ ناخوش بھی ہوتے تھے تو صحابہ کرام اس کا بھی ذکر لذت لے کر فرماتے تھے۔ کیوں؟ اس لیے کہ از محبت[2] تلخ ہا شیریں شود۔ تو اگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو تو کیا وہ ذکر مولد میں نماز روزہ کے ذکر کو ناگوار سمجھے گا۔ ہرگز نہیں۔ صاحبو! حضورؐ کا تو اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا حتیٰ کہ حوائج ضروریہ میں مشغول ہونا سب عبادت ہے بلکہ ذکر ولادت سے بھی زیادہ برکت کی چیز ہے۔ یہ احکام وافعال کا ذکر کرنا۔ اس واسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ تو محض ایک ہی حیثیت سے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ جس پر شکر کر کے ہم اپنے درجات بڑھا لیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] تو نے مجھے برا کہا ہے مگر میں خوش ہوں۔ تیرے لب لعل کے لیے جواب تلخ ہی زیبا ہے ۱۲

[2] محبت وہ چیز ہے کہ اس سے تلخ بھی شیریں ہو جاتا ہے ۱۲

افعال و احکام دو حیثیتوں سے نعمت ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کی بدولت ہم کو ملے۔ تو اس عطا پر شکر کریں اور اپنے درجات بڑھاویں۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ ہم ان پر عمل کریں اور عمل کرکے قرب الٰہی حاصل کریں نیز تمام شریعت سے غرض یہی ہے کہ ہم اُس پر عمل کریں اور قرب خداوندی ہم کو حاصل ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام عمر میں اپنی ولادت شریفہ کا ذکر تو بہت ہی کم کیا۔ اور احکام کا ذکر بہت زیادہ کیا۔ یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تیئیس ۲۳ سال تک تبلیغ احکام فرمائی ہے۔ ان تیئیس سال میں سے اگر وہ تین سال نکال بھی دیے جاویں جن میں وحی موخر رہی ہے تو تمام مدت تبلیغ بیس سال ہوتی ہے۔ ان بیس برس میں تتبع[لہ] کرکے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت شریفہ کا جتنے وقت میں ذکر فرمایا ہے اُس کی مجموعی مدت غالباً ایک ہفتہ بھی نہیں ہوگی۔ اور اگر ایک ہفتہ مان بھی لیا جاوے تو ذکر ولادت اور ذکر احکام میں یہ نسبت ہوگی کہ ایک ہفتہ کم بیس سال تک تو احکام کی تبلیغ فرمائی اور صرف ایک ہفتہ ولادت شریفہ کا ذکر فرمایا۔ تو کیا اتباع سنت کے یہی معنی ہیں کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس برس تک ذکر فرمایا ہے اس کو تو بیس منٹ بھی کبھی ذکر نہ کیا جاوے اور جس کا ذکر تمام مدت تبلیغ میں چند مرتبہ ہی فرمایا ہے اس کو عمر بھر ذکر کیا جاوے۔

## حضور کے حالات ولادت شریفہ کے متعلق شرعی ضابطہ

اتباع سنت تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدت العمر میں جس قدر اپنی ولادت شریفہ کا ذکر فرمایا ہے اسی قدر تم بھی ذکر ولادت کرو۔ اور جتنا احکام کا ذکر فرمایا ہے اُسی قدر تم بھی احکام کا ذکر کرو۔ مگر بات یہ ہے کہ ذکر ولادت میں تو آسانی ہے کہ زبان سے ذکر کرلیا اور اس میں کھڑے ہوگئے اور اگر کسی متبع سنت نے اس میں احتیاط سے کام لیا تو اس پر ملامت کی بوچھاڑ شروع کردی کہیں اس کو وہابی کہنا شروع کردیا، کہیں تکفیر کردی۔ میں کھڑے ہونے کو فی نفسہ منع نہیں کرتا لیکن یہ بھی تو سمجھو کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟

## قیام مولد کی حقیقت

اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک وجد ہے۔ اور وجد ہوتا ہے واردات پر۔ تو بغیر کسی وارد کے وجد کی صورت بنانا نہایت درجہ تصنع[کہ] ہے۔

(باقی آیندہ)

لہ تلاش ۱۲ کہ بناوٹ ۱۲

قسط دوم

# فتح الغفور

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

## سؤال من لم یدفن المصلوب ومن تفرقت اجزاءہ واکلہ السبع ومن یقتل والغریق

اس شخص سے سوال کے بارے میں جو زمین میں دفن نہیں کیا گیا، یا وہ سولی دیا گیا، یا جس کے اجزا الگ الگ ہو گئے، یا جس کو درندے نے کھا لیا، یا وہ شخص جو قتل کیا گیا، یا پانی میں غرق ہوا۔ یعنی سب سے سوال ہوگا مرنے کے بعد ہر شخص سے سوال ہوگا خواہ وہ کسی طرح مرا ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

**وَیُسْئَلُ الْمَطْرُوْحُ وَالْمَصْلُوْبُ (۴۴) وَالْحَیُّ عَنْ رُؤْیَتِہٖ مَحْجُوْبُ**

جو شخص پھینک دیا گیا یا جس کو سولی دی گئی دونوں سے سوال ہوگا۔ البتہ زندہ آدمی اس کے دیکھنے سے حجاب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندوں کے سامنے ایک پردہ ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے امورِ آخرت کو دیکھ نہیں سکتے۔

**اِذْ لَوْ رَاٰہُ مَقْعَدًا مُقْعَدًا (۴۵) لَذَھَبَ الْاَصْلُ الَّذِیْ قَدْ عُقِدَا**

اس لیے کہ اگر ہم مردہ کو کسی جگہ بیٹھا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو وہ اصل کلی باطل ہو جائے جو شریعت میں منعقد یعنی ثابت ہو چکی ہے۔

**مِنْ فَرْضِ اِیْمَانٍ عَلَی الْاَنَامِ (۴۶) بِالْغَیْبِ عَمَّا ثَمَّ مِنْ اَحْکَامِ**

وہ اصل کلی یہ ہے کہ مخلوق پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ امورِ آخرت پر ایمان بالغیب لائیں۔ پس اگر یہ امورِ ہم کو آنکھوں سے نظر آجائیں تو ایمان بالغیب فوت ہو جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے امورِ [illegible] مخلوق کی نگاہوں سے مخفی اور مستور رکھا ہے۔ البتہ بطور خرق عادت کبھی کسی پر ظاہر بھی [illegible] ہیں۔

وَيَخْلُقُ اللّٰهُ الْحَيَاةَ فِي الَّذِي (۴۷) تَفَرَّقَتْ أَجْزَاءُهُ أَوْ بَعْضُ ذِي

اور جس شخص کے تمام اجزا یا بعض اجزاء متفرق ہو گئے ہوں تو اللہ تعالیٰ اُس شخص میں حیات پیدا فرما دیتے ہیں۔

ثُمَّ يُوَجَّهُ السُّؤَالُ مِنْ غَيْرِ مَيْنٍ (۴۸) نَصَّ عَلَىٰ ذَاكَ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ

اور پھر بلا شک اس پر سوال متوجہ کیا جاتا ہے جیسا کہ امام الحرمین نے اس کی تصریح کی ہے

وَقَدْ حَكَىٰ فِي شَرْحِ الْجَزُولِي (۴۹) فِي ذَاكَ خُلْفًا مِنْ ذَوِي النُّقُولِ

اور جزولی نے اپنی شرح میں علماء نقل سے اس بارہ میں اختلاف نقل کیا ہے کہ تمام اجزاء میں حیات پیدا فرماتے ہیں یا فقط بعض اجزاء میں۔

فَقِيلَ إِنَّ كُلَّ جُزْءٍ يُجْمَعُ (۵۰) وَقِيلَ يُحْيِي مِنْهُ جُزْءٌ يَسْمَعُ

پس بعض کا قول یہ ہے کہ ہر جزء جمع کیا جاتا ہے یعنی متفرق الاجزاء میت کے ہر جزء میں حیات پیدا کی جاتی ہے اور بعض کا قول ہے کہ فقط بعض اجزاء اور بعض اعضاء کو زندہ کیا جاتا ہے۔ پھر اس بعض کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ جزء زندہ ہوتا ہے کہ جو سنتا ہے۔

أَوْ جُزْءُ قَلْبٍ أَوْ دِمَاغٍ حَلَّا (۵۱) وَقِيلَ بَلْ فِي كُلِّ عُضْوٍ حَلَّا

اور بعض کہتے ہیں کہ جو جزء دل میں یا دماغ میں ہوتا ہے اس میں روح کا حلول ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر عضو میں۔

رُوحٌ لَهُ حِينَئِذٍ عَلَىٰ حِدَهْ (۵۲) فَهٰذِهِ مَذَاهِبٌ مُعَدَّدَهْ

روح کا حلول علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ پس یہ مختلف مذاہب ہیں جو تمہارے سامنے شمار کر دیے گئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ روح کا حلول بدن کے نصف اعلیٰ میں ہوتا ہے۔ ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میت کے تمام اجزاء میں روح کا اعادہ ہوتا ہے جس بدن سے روح نکالی گئی تھی قبر میں پھر اسی بدن میں روح ڈالی جاتی ہے اور مردہ قبر میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس میت کے اجزاء متفرق ہو گئے ہیں اس کے فقط دل یا دماغ میں یا اور کسی عضو میں حیات ڈالی جاتی ہے۔ اس تخصیص پر کوئی نقل نہیں دیکھی اور دلیل عقلی کافی نہیں۔ الا یہ کہ اس طرح کہیں کہ جس میت کے اجزاء متفرق ہو گئے ہوں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جتنے اجزاء کو چاہے اس کے

جمع کر کے اس میں حیات پیدا فرمادیں اور پھر ان سے سوال فرمادیں۔ اور مزید تحقیق کی نہ تو کوئی ضرورت ہے اور نہ کوئی امکان ہے۔ واللہ اعلم

مَنْ تَاْكُلُ السِّبَاعُ وَالْاَطْيَارُ (۵۳) يُسْئَلُ حِيْنَ يَحْصُلُ الْقَرَارُ

اور جس شخص کو درندے یا پرندے کھا جائیں اس سے اس وقت سوال ہوتا ہے کہ جب وہ ان جانوروں کے پیٹ میں قرار پکڑ جائے۔

فِيْ جَوْفِهَا مِنْ غَيْرِ مَا مَجَازُ (۵۴) نَصَّ عَلَيْهِ هٰكَذَا الْبَزَّازُ

اور یہ بات حقیقت ہے مجاز نہیں جیسا کہ بزاز نے فتاوی بزازیہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ بزاز فقہاء حنفیہ میں سے ہیں۔ فتاوی بزازیہ میں لکھتے ہیں السؤال فیما یستقر فیہ المیت حتی لو اکلہ السبع فالسؤال فی بطنہ۔ انتہی یعنی سوال اس جگہ ہوتا ہے جہاں میت قرار پکڑے حتی کہ اگر کسی کو درندے نے کھا لیا ہو تو اس سے درندہ کے پیٹ میں سوال ہوگا۔

وَمَنْ بِهَا بُوْتٍ وَشِبْهِهٖ جُعِلَا (۵۵) مُدَّةَ اَيَّامٍ لِكَيْمَا يُنْقَلَا

اور جو شخص کسی تابوت وغیرہ میں بند کر کے چند روز کے لیے رکھ دیا گیا تاکہ اس کو کسی جگہ منتقل کیا جائے۔

فَذَاكَ لَا يُسْئَلُ مَالَمْ يُدْفَنِ (۵۶) كَذَاكَ اَبْدَاهُ بِنَصٍّ بَيِّنٍ

تو اس شخص سے اس وقت تک سوال نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ دفن نہ کیا جائے جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تب فرشتے آکر اس سے سوال کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ قبر کا سوال دفن پر موقوف ہے اس لیے جب تک وہ دفن نہ ہوگا سوال نہ ہوگا۔ کما قال البزاز فی الفتاوی البزازیۃ ان من یبقی فی تابوت ایاما وان طالت۔ لاجل ان ینقل الی موضع یدفن فیہ۔ فانہ لا یسئل مالم یدفن ابدا۔ نقلہ الناظم عنہ فی شرح الصدور۔

## مَنْ خُصَّ بِعَدَمِ السُّؤَالِ

کن لوگوں سے قبر میں سوال نہیں ہوتا؟

وَاسْتَثْنِ جَمْعًا مَالَهُمْ سُؤَالُ (۵۷) خَصِيْصَةً مَنَّ بِهَا الْمِفْضَالُ

ایک جماعت کو سوال قبر سے مستثنیٰ سمجھو کہ ان سے قبر میں سوال نہ ہوگا یہ ان کو خاص خصوصیت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا ہے

**اَلْاَوَّلُ الشَّهِيْدُ اَیْ مَنْ يُّقْتَلُ (۵۹) نَصَّ النَّبِیُّ اَنَّهٗ لَا يُسْئَلُ**

پہلا شخص ان میں سے شہید ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارا جائے جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ شہید سے قبر میں سوال نہ ہوگا. تلواروں کی چمک اس کے سر پر فتنۂ قبر سے کافی ہوگئی اخرجہ النسائی. یعنی اگر دل میں نفاق ہوتا تو تلوار کی چمک سے بھاگ جاتا ایسے وقت میں مخلص ہی ٹھیرتا ہے.

**وَكَمْ اِمَامٍ رَاسِخٍ قَدْ وَافٰی (۶۰) بِهٖ وَلَمْ يَحْكِ بِهٖ رَجُلٌ خِلَافًا**

اور جمہور علماء راسخین کا یہی قول ہے کہ شہید سے سوال نہیں ہوگا کسی کا اس میں خلاف نہیں اور احادیث صحیحہ سے یہی ظاہر ہے.

**لٰكِنْ حَكَی الْخُلْفَ بِهِ الْجُزُوْلِیُّ (۶۱) وَاَنَّهٗ مِنْ جُمْلَةِ الْمَسْئُوْلِ**

لیکن جزولی نے اس میں خلاف نقل کیا ہے کہ شہید سے بھی سوال ہوگا لیکن جزولی نے نہ تو اس قول کے قائل کا نام ذکر کیا اور نہ کوئی دلیل ذکر کی.

**ثَانِی الَّذِیْ لَا يُسْئَلُ الْمُرَابِطُ (۶۲) رَوٰی الْاَحَادِيْثَ بِذَالِكَ الضَّابِطُ**

دوسرا شخص جس سے قبر میں سوال نہ ہوگا وہ مرابط ہے یعنی جو سرحد کی پاسبانی اور نگہبانی کرے اور ہر وقت دشمن کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے تیار رہے کما قال تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا اور یہ مضمون احادیث صحیحہ میں آیا ہے جس کو ائمہ حفظ اور علماء ضبط نے روایت کیا ہے.

**اَلثَّالِثُ الْمَطْعُوْنُ حَيْثُ اُلْحِقَا (۶۳) بِالشُّهَدَآءِ فِیْ حَدِيْثٍ صُدِّقَا**

تیسرا شخص مطعون ہے یعنی جو طاعون میں مر گیا. وہ بھی شہید کے حکم میں ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے.

**وَمُقْتَضٰی مَا قَدْ رَوَاهُ الْقُرْطُبِیْ (۶۴) كُلُّ اَخِیْ شَهَادَةٍ بِذَا حُبِیْ**

اور امام قرطبی نے جو روایت کیا ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہر صاحب شہادت کو یہ نعمت

اَلرَّابِعُ الصِّدِّيقُ ذُو الْعُرْفِ الشَّذِی (٦٥) نَصَّ عَلَيْهِ الْقُرْطُبِیُّ وَالتِّرْمِذِیُّ

اور چوتھا شخص صدیق ہے جس سے قبر میں سوال نہ ہوگا جیسا کہ امام قرطبی اور حکیم ترمذی نے اس کی تصریح کی ہے **ف** صدیق وہ ہے کہ جو سر تا پا صدق ہو اور اس کے ظاہر و باطن میں کہیں کذب کی گنجائش نہ ہو اور اس کی قوت نظریہ انبیاء کی قوت نظریہ کے ہم رنگ ہو۔

لِاَنَّهٗ مِنَ الشَّهِيْدِ اَعْلٰى (٦٦) مَرْتَبَةً فَهُوَ بِذَاكَ اَوْلٰى

صدیق سے سوال قبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صدیق کا مرتبہ شہید سے بلند ہے کیونکہ قرآن میں صدیق کو شہید سے مقدم رکھا ہے لہٰذا وہ اس کرامت کا زیادہ مستحق ہے

وَمِنْ هُنَا يُقْطَعُ بِانْتِفَائِهٖ (٦٧) عَنْ رُسُلِ اللّٰهِ وَاَنْبِيَاءِهٖ

اور اسی وجہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء و مرسلین سے بھی قطعاً سوال نہ ہوگا کیونکہ انبیاء کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

وَكَمْ اِمَامٍ قَالَهٗ وَكَمْ اُمَمْ (٦٨) وَالنَّسَفِیُّ فِیْ بَحْرِهٖ بِهٖ جَزَمْ

اور یہ قول تنہا قرطبی کا نہیں بلکہ بہت سے امام اور لوگ اس کے قائل ہوئے ہیں اور نسفی نے بحر الکلام میں اس پر جزم کیا ہے۔

وَالشَّيْخُ سَعْدُ الدِّيْنِ فِيْهِ نَقَلَا (٦٩) خُلْفًا وَهٰذَا الْخُلْفُ مِمَّا اُشْكِلَا

لیکن علامہ سعد الدین تفتازانی نے اس مسئلہ میں خلاف نقل کیا ہو مگر یہ اختلاف نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ حضرات انبیاء کے متعلق یہ کہنا کہ ان حضرات سے بھی سوال ہوتا ہے نہایت سخت اور گراں ہے۔

لِنَيْكَسَارِیْ قَالَ اِنَّ الْمَسْئَلَهْ (٧٠) عَنِ النَّبِیِّ جَلَّ مَنْ قَدْ اَرْسَلَهْ

نیکساری کہتے ہیں کہ نبی سے سوال نہ ہونے کی دلیل یہ ہے:-

اَنْ يُّسْئَلَ عَنْهُ غَيْرُهٗ فِیْ رَمْسِهٖ (٧١) فَكَيْفَ يُسْئَلُ النَّبِیُّ عَنْ نَفْسِهٖ

کہ قبر میں میت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرشتے سوال کرتے ہیں کہ تو اس شخص کے بارہ میں کیا کہتا ہے؟ پس خود نبی سے اس کے نفس کے متعلق سوال کرنے کے کیا معنی؟

وَالْفَاكِهَانِیْ قَالَ فِی الْمَلَائِكْ (٧٢) اَلظَّاهِرُ انْتِفَاهُ عَنْ اُولٰئِكْ

فاکہانی کہتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مرنے کے بعد سوال نہ ہوگا کیونکہ اکثر احادیث سوال میں لفظ انسان اور ابن آدم کا آیا ہے اور بعض احادیث میں عبد مومن کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ اگرچہ عام ہے مگر مراد اس سے بھی انسان ہی ہیں فرشتے مکلف نہیں اور نہ انبیاء اُن کی طرف مبعوث ہوئے۔ نیز کتابت اعمال اور قبر میں سوال پر فرشتے ہی مقرر ہیں پس فرشتوں کے سوال کے لیے اور فرشتے چاہییں۔

**قُلْتُ وَاَمَّا الْجِنُّ فَالْاَدِلَّہْ (۷۳) تَعُمُّہُمْ فَیُسْئَلُوْنَ جُمْلَہْ**

میں کہتا ہوں کہ جن دلائل یعنی جن احادیث سے سوال قبر ثابت ہوتا ہے وہ جنات کو بھی شامل ہیں کیونکہ مومن اور عبد کا لفظ ان پر بھی صادق آتا ہے اور احکام شرعیہ کے مکلف ہیں جیسا کہ کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

**اَلْخَامِسُ الْاَطْفَالُ دُوْنَ الْحِنْثِ (۷۴) اَرْجَحُ قَوْلِہِمْ وَجَزَمَ النَّسَفِیْ**

پانچویں نابالغ بچے جو بلوغ سے پہلے مر جاتے ہیں۔ راجح قول یہی ہے کہ قبر میں ان سے سوال نہیں ہوتا۔ نسفی نے جو علماء حنفیہ میں سے ہیں اسی قول پر جزم کیا ہے۔

**وَذَاکَ مُقْتَضٰی کَلَامِ النَّوَوِیْ (۷۵) وَابْنُ الصَّلَاحِ لَا یُلَقَّنُ الصَّبِیْ**

اور یہی امام نووی کے کلام کا مقتضیٰ ہے۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ بچے کو تلقین نہیں کی جائیگی۔

**وَالزَّرْکَشِیُّ اَضْحٰی لَہٗ مُعَلِّلًا (۷۶) بِاَنَّہٗ فِی الْقَبْرِ لَمْ یُسْئَلَا**

زرکشی نے عدم تلقین صبی کی علت یہ بیان کی۔ نابالغ سے قبر میں سوال نہیں اس لیے اس کو تلقین نہیں کی جائے گی کیونکہ تلقین فرع سوال کی ہے۔ جب سوال نہیں تو تلقین بھی نہیں۔

**وَقِیْلَ اِنَّ کُلَّ طِفْلٍ یُسْئَلُ (۷۷) وَیَحْصُلُ الْعَقْلُ لَہُمْ وَیُکْمَلُ**

اور بعض کا قول ہے کہ ہر بچہ سے سوال ہوتا ہے اور اس وقت ان کو عقل کامل حاصل ہو جاتی ہے۔

**وَیُلْہِمُ اللّٰہُ الْجَوَابَ عَمَّا (۷۸) قَدْ عُوْہِدَ الذَّرُّ عَلَیْہِ قِدْمًا**

اور اللہ تعالیٰ ان کو جواب الہام فرماتا ہے جیسے عالم ارواح میں تمام ذرات سے صغیر کبیر سب سے عہد الست لیا گیا۔

قد قاله الضحاك ذو الاحراز (۷۹) وهو الذی افتی به البزاز

اور یہی قول ضحاک کا ہے اور فقہاء حنفیہ میں سے بزاز کا یہی فتویٰ ہے۔

والقرطبی والفاکهانی جزما (۸۰) به وجمع من کبار العلما

اور قرطبی اور فاکہانی اور علماء کی ایک بڑی جماعت نے اسی کے ساتھ جزم کیا ہے کہ ہر طفل سے سوال ہوتا ہے۔

وصرح ابن یونس من صحبنا (۸۱) بانه یندب ان یلقنا

اور فقہاء شافعیہ میں سے ابن یونس نے اس کی تصریح کی ہے کہ طفل کو تلقین مستحب ہے۔

وقال فی تتمته قد بینا (۸۲) قد لقن النبی ابنه ابراهیما

اور اپنی تتمہ تذہیبہ میں یہ لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیم کو بوقت وفات تلقین فرمائی جن کی عمر اس وقت سولہ مہینہ کی تھی۔

کذاك فی تعلیقة القاضی حکی (۸۳) وفی النظامی وهو لابن فورك

اور اسی طرح قاضی حسین نے اپنی تعلیق میں اور ابن فورک نے نظامی میں لکھا ہے۔

واستغرب السبکی هذا الاثرا (۸۴) فماله فی کتبه اثر یری

لیکن سبکی نے اس اثر یعنی خبر کو نہایت غریب سمجھا اور یہ کہا کہ کتب حدیث میں حضرت ابراہیم کی تلقین کی روایت کا کہیں نام و نشان نہیں۔

والفاکهی فی ابله توقفا (۸۵) وذی جنون او بفترة وفی

اور فاکہانی نے احمق اور مجنون کے بارہ میں توقف کیا کہ ان سے سوال ہوگا یا نہیں اور اسی طرح اس شخص کے بارہ میں بھی توقف کیا کہ جو زمانہ فترت میں مرگیا یعنی حضرت عیسیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ میں مرگیا۔

ومقتضی الروضة ان لا یسألوا (۸۶) الا مکلف ومن له تلی

اور روضہ کی عبارت کا مقتضی یہ ہے کہ سوائے مکلف اور جو اس کے مثل ہو اور کسی سے سوال نہ کیا جائے۔

السادس المیت یوم الجمعة (۸۷) او لیلة لسنة ثم تفعه

چھٹا شخص وہ ہے کہ جو روز جمعہ یا شب جمعہ میں انتقال کرے اس سے بھی سوال نہ ہوگا جیسا کہ ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے۔

حَسَّنَ ذَاكَ التِّرمِذِیُ وَالبَیهَقِی (۸۸) وَکَم لَهُ مِن شَاهِدٍ مُصَدِّقٍ

اور امام ترمذی اور بیہقی نے اس حدیث کو حسن بتایا ہے اور بہت سی حدیثیں اس کی شاہد اور مؤید ہیں۔

لٰکِنَّهُ فِی مُشکِلِ الطَّحَاوِی (۸۹) بِنَقدِهٖ ضُعِّفَ فِیهِ الرَّاوِی

لیکن امام طحاوی نے مشکل الآثار میں اس روایت کے ایک راوی کو ضعیف بتایا ہے۔

اَلسَّابِعُ القَارِئُ کُلَّ لَیلَةٍ (۹۰) تَبَارَكَ المُلکُ یُرِیدُ نَیلَهٗ

ساتواں شخص وہ ہے جو ہر رات سورہ ملک پڑھے اور اللہ کی بخشش کی امید رکھے اس سے بھی قبر میں سوال نہ ہوگا۔

فَفِیهِ اَخبَارٌ ذَوَاتُ عِدَّةٍ (۹۱) وَبَعضُهُم ضَمَّ اِلَیهَا السَّجدَهٗ

اس باب میں متعدد حدیثیں آئی ہیں جو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں مذکور ہیں اور بعض روایات میں سورہ ملک کے ساتھ سورہ سجدہ کا ملانا بھی آیا ہے۔

سوال الکافر واطفال المشرکین

قَالَ ابنُ عَبدِ البَرِّ فِیمَا نَقَلُوا (۹۲) اَلکَافِرُ الصَّرِیحُ لَیسَ یُسأَلُ

حافظ ابن البر سے منقول ہے کہ صریح کافر سے قبر میں سوال نہیں ہوتا۔

وَاِنَّمَا السُّؤَالُ لِلمُنَافِقِ (۹۳) مِنهُم کَمَا دَلَّ حَدِیثُ الصَّادِقِ

سوال صرف منافق ہی سے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث صادق سے معلوم ہوتا ہے۔

وَالقُرطُبِی خَالَفَ وَابنُ القَیِّمِ (۹۴) وَالاَرجَحُ الاَوَّلُ عِندِی فَافهَمِ

اور قرطبی اور ابن قیم نے ابن عبدالبر کا خلاف کیا اور کہا ہر کافر سے سوال ہوتا ہے۔ خواہ صریح کافر ہو یا منافق ہو مصنف، یعنی علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک راجح پہلا قول یعنی ابن عبدالبر کا قول ہے۔

(باقی آئندہ)

قسط سوم

# بشارۃ النبیین

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

## بشارت پانزدہم
## از انجیل متی باب سوم آیت اول

اُن دنوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں منادی کرنے اور یہ کہنے لگا کہ توبہ کرو آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے الخ

اور اسی انجیل کے باب چہارم کے سترھویں آیت میں ہے :- "اسی وقت سے یسوع نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی"۔

آسمانی بادشاہت سے یہ مراد ہے کہ کوئی کتاب آسمان سے نازل ہو اور اس میں ہر طرح کے احکام مذکور ہوں اور نہایت شوکت اور حاکمانہ طور سے اس کی نشر اور اشاعت کی جائے۔ خدا کے سرکشوں اور نافرمانوں پر تہدیدی احکام نافذ ہوں۔ غرض یہ کہ نہ تو فقط دنیوی بادشاہت جیسا کہ سلاطین دنیا کو حاصل ہوتی ہے اور نہ یہ ہو کہ فقط احکام خداوندی کی اشاعت نہایت مسکنت سے مقہور اور مغلوب ہو کر بلا کسی شوکت اور حکومت کے کی جائے۔ بلکہ احکام آسمانی بھی ہوں اور اس کے ساتھ شوکت اور حکومت بھی ہو۔ احکام خداوندی سے سرتابی کرنے والوں کو سزا بھی دی جاتی ہو۔ حکومت الٰہی کے باغیوں سے جہاد بھی کیا جاتا ہو اور یہ دونوں باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کے عہد میں کما حقہ ظہور میں آئیں۔

احکام خداوندی اور شریعت آسمانی بھی نازل ہوئی اور نہایت شوکت اور قوت سے اس کو نافذ کیا گیا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت کو الٹ کر رکھ دیا۔ خدا کے دشمنوں سے جہاد بھی کیا۔ چور اور رہزنوں

حد بھی قائم کی، زناکاروں کو رجم اور سنگسار کیا۔ شراب خواروں کے کوڑے لگوائے۔ آنکھ کھول کر دیکھیے کہ آسمانی بادشاہت اس کو کہتے ہیں اور اگر خدارا یہ بھی آسمانی بادشاہت نہیں تو وہ بادشاہت تم بتلاؤ کہ جس کو آسمانی کہا جاسکے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝

# بشارت شانزدہم

## از انجیل متی باب ۲۱ آیت ۴۲

یسوع نے انھیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔

یہ خدا کی طرف سے ہیں اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اس لیے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کے میوہ لاوے دی جائے گی جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا۔ پر جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا۔ انتہیٰ۔ راج گیر اور معماروں سے بنی اسرائیل مراد ہیں اور کونے کے پتھر سے ہمارے نبی اکرم خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ بنی اسرائیل کی نظر میں ایک ناپسند پتھر کے مشابہ تھے۔ بنی اسرائیل نے ہر چند آپؐ کو رد کرنا چاہا مگر آپؐ تابید الٰہی سے کونے کا سرا یعنی خاتم النبیین ہو کر رہے۔

کما روی ابوهريرة رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان مثلى و مثل الانبياء من قبلى كمثل رجل بنى بيتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هلا وضعت اللبنة وانا خاتم النبيين۔ رواه البخاری فی

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور انبیاء سابقین کی ایسی مثال ہے کہ کسی نے ایک محل نہایت عمدہ تیار کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس محل کا چکر لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں چھوڑ دی گئی۔ میں ہی خاتم النبیین ہوں۔ یعنی میں نے ہی اس اینٹ کی جگہ کو پُر کیا ہے اور میرے ہی سے یہ تعمیر ختم ہوئی اور مجھ ہی پر انبیاء و رسل کا

کتاب الانبیاء وفی روایۃ انا سددت ... سلسلہ ختم ہوا۔

موضع اللبنۃ وختم بی البنیان وختم بی الرسل۔

پھر آپؐ پر جو گرا وہ بھی چور چور ہوا اور جس پر آپؐ گرے وہ چورا چورا ہوا۔ چنانچہ جنگ بدر میں قریش آپ پر گرے اور وہ خدا کے فضل سے چور چور ہوئے اور فتح مکہ کے وقت آپ اُن پر گرے تب بھی وہی چور چور ہوئے۔ اور آپ کے بعد صحابہ کرام ایران، شام و روم وغیرہ وغیرہ پر گرے اور سب کو چور کیا اور پھل اور میوہ لانے والی قوم بنی اسمٰعیل ہیں کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے پھل لائی اور حکومت اور سلطنت کے مالک ہوئے اور یہ آسمانی بادشاہت اُن کے حصہ میں آئی۔

لہٰذا اس بشارت کا مصداق بجز خاتم النبیین سید الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ رہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سو وہ خاص حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کی نسل سے تھے اور بنی اسرائیل میں بہت محترم تھے وہ ناپسند پتھر کے کیسے مشابہ ہو سکتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ خاتم النبیین نہیں جیسا کہ ماسبق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اہل کتاب علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک اور نبی کے منتظر تھے۔ نیز ماسبق میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ جب یحییٰ علیہ الصلاۃ والسلام مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے اُن سے دریافت کیا الخ

سوم یہ کہ حضرت مسیح خود تو کبھی کسی پر نہ گرے اور یہود جب اُن پر گرے تو بقول نصاریٰ حضرت مسیح چور چور ہوئے۔ واللہ اعلم۔

## بشارت ہفدہم

### از انجیل یوحنا۔ باب چہاردہم آیت 16

(۱۶) میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔

(۲۶) وہ تسلی دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب

چیزیں سکھلاوے گا اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہی ہیں تمہیں یاد دلائے گا۔

(۲۹) اور اب میں نے تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا تاکہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لاؤ۔

(۳۰) بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا اس لیے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اُس کی کوئی چیز نہیں۔

اور باب ۱۵ میں ہے

آیت (۲۷) وہ (یعنی روح حق) میرے لیے گواہی دے گا

اور باب ۱۶، آیت (۷) میں ہے :-

(۷) میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئے گا۔ پر (۸) اگر میں جاؤں تو میں اُسے تم پاس بھیج دوں گا وہ آن کر دنیا کو (۱۰) گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھیرائے گا گناہ سے اس لیے کہ وے (۱۱) مجھ پر ایمان نہیں لائے راستی سے اس لیے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں (۱۲) اور تم مجھ کو پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لیے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں اب کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ (۱۳) لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گی اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی۔ وہ میری بزرگی کرے گی۔

## انتہیٰ

اصل بشارت میں لفظ احمد موجود تھا۔ کما قال تعالیٰ :-

| | |
|---|---|
| وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ | اس وقت کو یاد کرو کہ جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں ایسے رسول کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی "احمد" ہے |

اور جیسا کہ انجیل برنباس میں اب بھی موجود اور مصرح ہے لیکن جب انجیل کا اصل عبرانی زبان سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو یونانیوں نے اپنی اس عادت کی بنا پر کہ وہ ترجمہ کرتے وقت ناموں کا بھی ترجمہ کر دیتے تھے آں حضرت ؐ کے نام مبارک "احمد" کا ترجمہ بھی پیر کلی طوسؔ سے کر دیا اور پھر جب یونانی نسخہ کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا تو پیر کلی طوس کا معرب "فار قلیط" کر لیا گیا۔

ایک عرصہ تک اردو نسخوں میں "فارقلیط" کا لفظ رہا اس کے بعد اس کا ترجمہ بھی روح القدس سے کیا گیا اور جبین روح القدس کے لفظ کو بطور تفسیر خطوط وحدانی میں لکھتے رہے۔ رفتہ رفتہ فارقلیط کے لفظ کو بھی علیحدہ کر دیا صرف روح القدس اور روح حق کا لفظ رہنے دیا جیسا کہ حال کے نسخوں میں موجود ہے۔

مگر پھر بھی بحمد اللہ مفید مدعا ہے اس لیے کہ اس بشارت میں ایسے اوصاف مذکور ہیں کہ جو آپؐ ہی کی ذات بابرکات پر صادق آتے ہیں۔ لہٰذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ اس سے روح القدس کا آنا مراد ہے (چنانچہ وہ روح حضرت عیسیٰؑ کے بعد جب حواریین ایک مکان میں جمع تھے نازل ہوئی اور اس روح کے نزول کی وجہ سے حواریین تھوڑی دیر کے لیے مختلف زبانیں بولنے لگے) بالکل بے معنی ہے اس لیے کہ اس بشارت میں اس روح حق اور فارقلیط کے چند اوصاف ذکر کیے گئے ہیں۔

**اول** یہ کہ جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہ آئے گا۔ **دوم** یہ کہ وہ میری گواہی دے گا۔ **سوم** یہ کہ وہ گناہ اور راستی اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائے گا۔ **چہارم** یہ کہ مجھ پر نہ ایمان لانے والوں کو سزا دے گا۔ **پنجم** وہ سچائی کی راہ بتلاوے گا۔ **ششم** یہ کہ وہ آئندہ کی خبریں دے گا۔ **ہفتم** یہ کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو اللہ سے سنے گا وہی کہے گا۔ **ہشتم** یہ کہ وہ جہان کا سردار ہوگا **نہم** یہ کہ وہ میری تمام باتیں تم کو یاد دلائے گا۔ **دہم** یہ کہ جو امور تم اس وقت برداشت نہیں کر سکتے وہ نبی اس وقت آ کر تم کو بتلائے گا اور جو باتیں غیر مکمل ہیں ان کی تکمیل کرے گا اور یہ تمام باتیں آنحضرتؐ پر صادق آتی ہیں۔

آپؐ کا تشریف لانا حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے جانے پر اس لیے موقوف تھا کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں اس لیے کہ کسی نبی کا آنا پہلے نبی کے جانے پر جب ہی موقوف ہو سکتا ہے جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو ورنہ اگر وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو اس کے آنے سے پہلے نبی کا جانا شرط ہونا کوئی

معنی نہیں رکھتا اس لیے کہ جب وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو پہلے نبی کی موجودگی میں بھی وہ نبی مبعوث ہو سکتا ہے۔

پہلے نبی کا جانا دوسرے کے آنے کے لیے جب ہی شرط ہو سکتا ہے کہ جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو۔ الحاصل حضرت مسیحؑ نے اس جملے سے یہ ظاہر فرمادیا کہ وہ فارقلیط اور روح حق خاتم الانبیاء ہوگا کما قال تعالےٰ :۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور آخر النبیین ہیں

اور حضرت مسیحؑ خاتم النبیین نہ تھے ورنہ علماء نصاریٰ و یہود حضرت مسیحؑ کے بعد ایک نبی کے کس لیے منتظر تھے اور روح کا آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر موقوف نہ تھا روح کا نزول بحضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں بھی ہوتا تھا۔ اور آپؐ نے حضرت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کی گواہی بھی دی :۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۢ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

اور انہوں نے نہ ان کو (عیسیٰ علیہ السلام کو) قتل کیا اور نہ سولی دی لیکن اشتباہ میں ڈال دیے گئے اور جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اختلاف کیا وہ یقیناً شک میں ہیں خود ان کو اس کا یقین نہیں محض گمان کی پیروی ہے۔ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ وہی غالب اور حکیم ہے۔

اور راستی اور عدالت سے ملزم بھی کیا اور حضرت مسیحؑ کے نہ ماننے والوں کو پوری پوری سزا بھی دی کسی سے قتال اور جہاد کیا اور کسی کو جلاوطن کیا جیسا کہ یہود خیبر اور یہود بنو نضیر اور یہود بنو قینقاع کے واقعات سے ظاہر ہے اور روح نے نہ کسی کو ملزم ٹھیرایا اور نہ کسی کی سرزنش کی اور آیت دہم میں سرزنش کی یہ وجہ بیان فرمانا اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس فارقلیط اور مددگار اور وکیل و شفیع کا ظہور منکرین عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے ہوگا۔

بخلاف روح کے کہ اس کا ظہور تو آپ کے نزدیک حواریین پر ہوا کہ جو منکرِ ابن عیسٰی علیہ السلام نہ تھے اور نہ حواریین نے کسی کو سزا دی وہ خود ہی مسکین اور عاجز تھے کسی منکر کو کیسے سزا دے سکتے تھے۔ اور آئندہ واقعات کے متعلق اتنی خبریں دیں کہ جن کا کوئی شمار نہیں اور خبریں ایسی صحیح دیں کہ جن میں ان کا کوئی جز بھی کبھی خلاف واقعہ نہیں نکلا اور تا قیامت اسی طرح ظاہر ہوتی رہیں گی اور کیسے غلط ہو تیں۔ اور سچائی کی تو وہ راہیں بتلائیں کہ اولین و آخرین سے کسی نے اس کا عشر عشیر بھی نہ بتلایا۔ اس لیے کہ اپنی طرف سے کچھ نہ فرمایا:-

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝

آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے وہ تو سوائے وحی کے اور کچھ نہیں۔

اور باایں ہمہ جہان کے سردار اور بادشاہ بھی ہوئے اور جہان اور دنیا کی سرداری سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپؐ کی نبوت تمام عالم کے لیے ہو گی کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہ ہو گی اور نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ کی صحیح تعلیمات کو محو کر دیا تھا ان کو بھی یاد دلایا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

آپ فرما دیجیے کہ اے اہل کتاب ایک ایسے امر کی طرف آؤ کہ جو ہم میں اور تم میں مسلّم ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں۔

وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

اور فرمایا حضرت مسیح بن مریم نے اے بنی اسرائیل بندگی کرو صرف ایک اللہ کی جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ تحقیق جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ تعالےٰ نے اس پر جنت کو حرام کیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

۱۰۔ آپؐ نے مبعوث ہونے کے بعد وہ باتیں بھی بتلائیں کہ جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے تحمل سے باہر تھیں یعنی ذات و صفات، شریعت و طریقت، حشر و نشر

جنت وجہنم کے متعلق وہ علوم ومعارف کے دریا بہائے کہ جن سے تمام عالم دنگ ہے اور کسی کتاب میں ان علوم کا نام ونشان نہیں اور جو امور غیر تکمیل شدہ تھے آپؐ کی شریعت کاملہ نے ان سب کی تکمیل بھی کر دی۔ کما قال تعالیٰ :-

| | |
|---|---|
| اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ | آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو پسند کیا دین بنا کر۔ |

علمائے مسیحیین اس بشارت کو روح القدس کے حق میں قرار دیتے ہیں جس کا نزول حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع الی السماء کے ۴۷ یوم بعد حواریین پر ہوا لیکن یہ قول چند وجوہ سے باطل ہے اس لیے کہ روح کا نازل ہونا حضرت مسیحؑ کے جانے پر موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو ہر وقت حضرت مسیحؑ کے ساتھ رہتی تھی۔

اور نہ روح نے کسی کو راستی اور عدالت سے ملزم ٹھیرایا اور نہ کسی یہودی کو حضرت مسیحؑ پر نہ ایمان لانے کی وجہ سے کبھی سزا دی البتہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین اور کافرین سے جہاد بھی کیا اور یہودیوں کو کافی سزا بھی دی۔

نیز حضرت مسیحؑ کا اس پر ایمان لانے کی تاکید فرمانا بالکل بے محل ہے اس لیے کہ حواریین پیشتر ہی سے روح القدس پر ایمان رکھتے تھے اس کے فرمانے کی کیا حاجت تھی کہ "جب وہ آئے تب تم ایمان لاؤ" حضرت مسیحؑ کا اس قدر اہتمام فرمانا اور اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود اس کو بتلا رہا ہے کہ وہ آنے والی شئے کچھ ایسی ہوگی جس کا انکار تم سے بعید نہ ہوگا۔

بس اگر فارقلیط سے روح مراد ہوتی تو اس کے لیے چنداں اہتمام اور تاکید کی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ جس کے قلب پر روح کا نزول ہوگا اس سے روح کا انکار ہونا بالکل ناممکن ہے۔ نیز اس بشارت کا سیاق وسباق اس بات کو بتلا رہا ہے کہ وہ آنے والا فارقلیط حضرت عیسیٰؑ سے مغایر ہے جیسا کہ سولھویں آیت کا یہ لفظ "دوسرا مددگار بخشے گا" صاف مغایرۃ پر دلالت کرتا ہے۔

(باقی آئندہ)

قسط سوم

# دعوۃ الرشاد

مولانا عبد الحمید صاحب ارشد

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ" جو مصری علماء کی ایک پوری جماعت کی تالیف ہے اور جو" وزارت اوقاف" (مصر) کی طرف سے شائع ہوئی ہے اور جس کی تالیف میں "ہر طبقہ فکر و نظر" کے سرکردہ اہل علم و اصحاب تفقہ شریک رہے ہیں اس کے صفحہ ۱۳۱ پر "پنج گانہ نمازوں" کی فرضیت کے متعلق اپنا متفقہ فیصلہ ان الفاظ میں لکھا ہے:۔

| | |
|---|---|
| مبحث اوقات الصلوٰۃ المفروضۃ۔ | فرض نمازوں کے اوقات سے متعلقہ بحث۔ |
| الصلوٰۃ المفروضۃ علی کل مکلف خمس الظھر، والعصر والمغرب والعشاء و الصبح۔ وقد فرضت بمکۃ لیلۃ الاسراء قبل الھجرۃ بسنۃ علی الترتیب المذکور فکان الظھر اول ما فرض۔ وھی رکن من ارکان الاسلام المبینۃ فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ واقام الصلوٰۃ، وایتاء الزکوٰۃ، وصوم رمضان، وحج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ بل ھی اجل الارکان بعد الشھادتین۔ ودلیل فرضیتھا الکتاب والسنۃ والاجماع۔ اما الکتاب فقولہ تعالٰی | ہر عاقل بالغ مکلف پر پانچ نمازیں فرض ہیں:۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح۔ ہجرت سے ایک سال پہلے معراج کی رات مکہ میں فرض ہوئی تھیں۔ مذکورہ سابق ترتیب کے مطابق، سب سے پہلے ظہر کی نماز فرض ہوئی اور یہ (نماز) ارکان اسلام میں سے ایک عظیم الشان رکن ہے جن کا بیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں بدیں الفاظ کیا گیا ہے۔ کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی بھی لائق عبادت و پرستش نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے رسول ہیں (۲) اور نماز کی پابندی کرنا (۳) اور زکوٰۃ دینا (۴) اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا (۵) اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا اس شخص پر جو |

وَ اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وقوله تعالىٰ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا اى فرضا مؤقتا وقوله تعالىٰ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى

اُس تک پہنچنے کے لیے راستہ کا خرچ اور سواری وغیرہ کی استطاعت رکھتا ہو۔ بلکہ نماز شہادتِ توحید و رسالت کے بعد ارکان اسلام میں سب سے عظیم ترین رکن ہے۔ اور ان پانچوں نمازوں کی فرضیت کی دلیل کتاب اللہ (قرآن پاک) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت ہے۔ قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہر نماز کو پابندی سے ادا کیا کرو" اور یہ بھی فرمان ہے "فی الحقیقت نماز مومنوں پر (دن رات کے) مقررہ وقتوں میں فرض ہے" اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "جملہ نمازوں کی محافظت کرو اور صلوٰۃ وسطیٰ (کا بالخصوص خیال رکھو کہ اوقات کراہت تک مؤخر نہ ہونے پائے) ان کے سوا دوسری آیات قرآنیہ سے بھی پنج گانہ نمازوں کی فرضیت صراحۃً ثابت ہے۔

جن کی کچھ تفصیل ہم نے اپنی کتاب "نصرۃ القرآن" میں بیان کی ہے۔

واما السنة فقوله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات افترضهن الله عزوجل من احسن وضوءهن وصلاهن لوقتهن واتم ركوعهن وخشوعهن كان له على الله عهد ان يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه. (رواه ابوداؤد) وقوله صلى الله عليه وسلم لمعاذ لما بعثه الى اليمن "اخبرهم ان الله قد فرض عليهم خمس صلوات فى كل يوم وليلة"

سنت (حدیث) کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (دن رات میں) پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس مسلم نے اچھی طرح وضو کر کے انکو اپنے مقررہ وقتوں میں پڑھا اور ان میں رکوع و سجود اور خشوع و خضوع کی تتمیم و تکمیل کا اہتمام کیا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ اسے بخش دے (کامل مغفرت عطا فرمائے) اور جس نے نمازوں کی یہ پابندی نہ کی تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد (مغفرت کا) نہیں۔ چاہا تو بخش دے گا اور چاہا تو عذاب دے گا۔ یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ اور آپؐ نے معاذ بن جبلؓ (صحابی) کو یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا: "ان کو بتا دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔"

واما الاجماع فانه لم يختلف فى فرضيتها فرد من المسلمين فضلا

اور اجماع کا بیان یوں ہے کہ پنجگانہ نمازوں کی فرضیت میں ائمہ دین تو کیا، مسلمانوں کے کسی ایک فرد نے بھی

عن ائمة الدين فهي معلومة من الدين بالضرورة

(آج کے گمراہ فرقوں ...... کو چھوڑ کر) اختلاف نہیں کیا، پس ان کا دین میں سے ہونا (دینِ اسلام کا رکنِ عظیم ہونا) بداہتہً معلوم ہے)

وجاحدها مرتد عن دين الاسلام تجري عليه احكام المرتدين.

نمازوں (یا ان میں سے کسی ایک) کا منکر دینِ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ جس پر مرتدوں کے احکام جاری ہوں گے۔

ويوخذ من هذه الادلة دليل كونها خمسا في اليوم والليلة

اور ان دلائل سے دن، رات میں پانچ نمازوں کی فرضیت کی دلیل بھی اخذ کی جاتی ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول ص ۱۳۱)

"پرویزی گروہ" کے مزید چند مزخرفات ملاحظہ ہوں :-

نماز کے متعلق :-

(۱۳) ا۔ "لیکن غور کیجیے کہ قرآن کریم نے" نماز پڑھنے" کے لیے نہیں کہا۔ قیام صلوٰۃ یعنی نماز کے نظام، institution کے قیام کا حکم دیا ہے۔ مسلمان نماز پڑھتے ضرور ہیں لیکن انہوں نے نظام صلوٰۃ کو قائم نہیں کیا" (پرویز معارف القرآن جلد ۴ ص ۳۲۸)

**جواب** غلط ہے۔ قرآن نے نماز پڑھنے کا بار بار حکم دیا ہے :-

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (کوثر) — اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ (النساء ۱۰۲) — مجاہدوں کے پہلے طائفے کے بعد دوسرا طائفہ آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اے ایمان والو! رکوع کرو، سجدہ کرو، اپنے رب کی ہر طرح بندگی کرو اور نیکی کرو تاکہ تم فلاح و نجات پالو۔ (الحج ۷۷)

قیام صلوٰۃ، نظام صلوٰۃ، اقامتِ صلوٰۃ، نماز پڑھنے اور اس کی پوری پابندی (آداب و شرائط کے ساتھ ادا کرنے) سے حاصل ہوں گے اس کے بغیر نہیں۔ پس پنجگانہ نمازوں کی روزانہ پابندی مسلمان کی ایک بیش بہا دولت اور عظیم الشان نعمت ہے۔

ب۔ "اب آئی دین کے ان ارکان کی باری جو اس نے اپنے نظام کے قیام کے لیے تجویز کیے تھے کلمہ، صلوٰۃ، صیام، زکوٰۃ، حج یہ سب ذرائع تھے نظام دین[1] کے قیام و استحکام کے لیے۔ مذہب نے انہیں رسوم بنا کر مقصود بالذات قرار دے دیا یعنی یہ اعمال کسی مقصد کے حصول کا ذریعہ نہیں بلکہ ان کی ادائیگی ہی مقصود ہے اور بس" (پرویز طلوع اسلام جنوری و فروری سنہ ۱۹۵۰ء ص ۹۶)

**جواب:** قرآن کے خلاف محض داستان سرائی سے کام لینے کی ناکام کوشش کی ہے اور "نظام دین" کے حسین و جمیل لفظ کو خود "دین" اور اس کے "نظام" کے خلاف شعوری یا غیر شعوری طور پر استعمال کیا گیا ہے "نظام دین" دین کی سربلندی ہی کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔ جو چیز مقصود نہیں ہوتی اس کے لیے نظام بھی قائم نہیں کیا جاتا[2]

**دین کیا ہے؟** قرآنی اصطلاح میں "الدین" سے مراد اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت و عبودیت ہے۔ جس کے اولین اصول یہی کلمہ (شہادت توحید و رسالت) صلوٰۃ، زکوٰۃ، صیام رمضان اور حج کعبہ ہیں۔ پس یہ سب "دین حق" (اسلام) کے ارکان اور "لاینفک اجزاء" ہونے کی حیثیت سے کسی دوسرے مقصد کے لیے محض ذرائع نہیں بلکہ خود اہم ترین مقاصد میں سے ہیں کیونکہ یہ سب بے شمار اعتقادی، عملی اور اخلاقی فوائد کے حامل ہیں۔

قرآن پاک نے خود صراحت فرمائی ہے کہ "تمکین فی الارض" "تسخیر قوت یا حصول اقتدار" مومن صادق کی اصل غرض "اقامت صلوٰۃ[3]" "ایتاء زکوٰۃ"، "امر بالمعروف" (مثلاً نماز پڑھوانا، زکوٰۃ دے کر مساکین کو

---

[1] "نظام دین" کی تشریح میں پرویز نے ایک جگہ لکھا ہے:۔ "لہٰذا دین کا نظام یہ ہے کہ فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے مستقل اقدار سماوی (وحی) کے مطابق ان کا استعمال کیا جائے۔ (حاشیہ ط ص ۵۱ جنوری و فروری سنہ ۱۹۵۲ء)

[2] یہی حال "نظام صلوٰۃ" اور "نظام تعلیم" کا ہے کہ ان سے "صلوٰۃ" اور "تعلیم" کو ارتقائی منازل تک پہونچانا مطلوب ہوتا ہے۔ وہاں بھی صلوٰۃ اور تعلیم مقاصد اصلیہ میں سے ہیں۔ "قومی شیرازہ بندی اور ملی تنظیم" ان کے فوائد اور نتائج میں سے ہیں۔

(ارشد عفا اللہ عنہ)

[3] یہ بھی ملحوظ رہے کہ "اقامت صلوٰۃ" صحیح نماز پڑھنے، اس کے آداب و شرائط اور فوائد کا اہتمام اور ان پر نظر رکھنے کے بغیر حاصل نہیں ہوگی۔ (ارشد عفا اللہ عنہ)

دلوانا وغیرہ) اور "نہی عن المنکر" (ہر قسم کی بدی اور بے حیائی سے روکنا جس میں بے نمازی اور عدم ادائیگی زکوٰۃ بھی شامل ہیں) وغیرہ ہوتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰہُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ○

(الحج: ۴۱)

(اللہ تعالیٰ کی امداد ایسے لوگوں کے لیے ضروری ہے) جنہیں اگر ملک میں اقتدار حاصل ہو جائے تو نمازیں قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور (خود پابند ہو کر دوسروں سے بھی) نیکی کرائیں اور ہر طرح کی بدی سے روکیں، اور سب معاملات امور کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

غرض کلمہ، صلوٰۃ، زکوٰۃ (وغیرہ ارکانِ دین) "نظامِ دین" کے اندر (اس سے پیوست) ہیں۔ اس سے باہر یا محض ذرائع نہیں۔ پس "نظامِ دین" کے "قیام و بقاء" سے ان کا قیام و استحکام بھی اولین مقصود و مراد ہے اور "نظامِ دین" کے قیام" کی کوئی ایسی صورت متصور نہیں ہو سکتی جس میں باقاعدہ "نماز پڑھنے اور" زکوٰۃ دینے" کو پوری پوری اہمیت حاصل نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ خواہ مسلمان مادی اور روحانی طور پر "تسخیر قوت" کی اس انتہائی منزل پر پہونچ جائیں جہاں سے آگے بڑھنا متصور ہی نہ ہو تب بھی ان کے لیے پابندی سے "پانچ وقت نماز پڑھنا" "زکوٰۃ دینا" "روزے رکھنا اور حج کرنا (اپنے اپنے شرائط و آداب کے ساتھ) ضروری ہے اور کسی وقت بھی وہ ان کی پابندی سے آزاد نہیں۔

قرآن عزیز نے تو جن و انس کی پیدائش کا مقصد ہی اپنے خالق کی عبودیت و بندگی قرار دیا ہے فرماتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ (الذّٰریٰت، ۵۶)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ میری بندگی و طاعت بجا لائیں۔

عبادت کے معنی خواہ پرستش کیے جائیں یا قوانینِ الٰہیہ کی اطاعت (یعنی اپنی زندگی کو ان سے ہم آہنگ بنانا جیسا کہ پرویز کا کہنا ہے) (بحوالہ طلوعِ اسلام جنوری و فروری ۱۹۵۰ء ص ۹۷) کلمہ، نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ کو اس میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ کیونکہ یہ سب ارکان پرستش بھی ہیں اور "قوانین

الٰہیہ" کی اطاعت اور اپنی زندگی کو ان سے ہم آہنگ بنانے کا صحیح طریقہ بھی۔ یہ سمجھنا کہ "ہوا پر اڑنا" تو اس قانون سے ہم آہنگی ہے اور زمین پر اس کی "نماز پڑھنا" "ہم آہنگی نہیں" افرنگ زدگی کے سوا کچھ نہیں ہے

فکر افرنجی بآں اُمّ الکتاب — نیست جز خفاش پیش آفتاب

بلکہ "نظام دین" کی جو تشریح خود مدیر موصوف نے کی ہے کہ "فطرت کی قوتوں کو مسخر کر کے مستقل اقدار سماوی (وحی) کے مطابق ان کا استعمال کیا جائے" اس کی رو سے بھی کلمہ، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صیام اور حج "نظام دین" میں اہم ترین مقام پانے کے حق دار ہیں۔ کیونکہ ان (ارکان دین) میں بھی تو اعتقادی عملی اور اخلاقی اعتبار سے سب سے بڑی طاقتوں (روح و بدن کی قوتوں) کو مسخر کر کے "وحی" کے مطابق طاعت و عبودیت خالق تعالیٰ میں ان کو استعمال کیا جاتا ہے۔

لوہا، بھاپ اور پانی اور ہوا وغیرہ سے کام لینا اگر "تسخیر قوت" اور "عبادت" ہے تو روح و بدن کی خواہشات پر قابو پا کر ان کو "تابع فرمان اللہ عزوجل" کر لینا (جس کا مظاہرہ کلمہ، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صیام اور حج وغیرہ میں کیا جاتا ہے) کس طرح بہترین "تسخیر قوت" اور اعلیٰ ترین عبادت نہ ہو؟

ہاں، یہی سب سے بڑھ کر تسخیر قوت اور اہم ترین عبادت ہے۔ لہٰذا ان کے خلاف اشارۃً یا کنایۃً کچھ کہنا یا ان کی اہمیت کو کم کرنے کی کسی طرح کوشش کرنا بھی قرآن، دین اور اس کے نظام سے کھلی دشمنی کرنا ہے جس میں سوائے زیان و نامرادی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسے فتنوں سے بچائے۔ آمین۔

۲۔ حدیث کے متعلق لکھا ہے:۔

(۱۴) ا۔ "بخلاف اس کے (یعنی قرآن، رسولؐ، روح الامین اور قرآن اتارنے والے معبود پر ایمان لانے کے خلاف۔ ارشد) نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے الخ"

"پھر یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایسی غیر ایمانی اور غیر یقینی چیز کو ہم قرآن کی طرح دینی حجت مانیں"

(اسلم جے راج پوری طؔ دسمبر ۱۹۵۰ء صؔ ۱۷)

(ب) "ان کی حیثیت دینی نہیں ہے بلکہ تاریخی ہے"۔ (اسلم جیراجپوری طؔ نومبر ۱۹۵۰ء صؔ ۴۳)

(ج) "الغرض حدیث کا صحیح مقام دینی تاریخ کا ہے اس سے تاریخی فائدے حاصل کیے جا سکتے ہیں

لیکن دین میں حجت کے طور پر وہ نہیں پیش کی جا سکتی"۔ (اسلم جیراجپوری ط نومبر ۱۹۵۰ء ص۲۳)

پھر انکار حدیث میں ترقی کرتے ہوئے اسے "دینی تاریخ" یا "تاریخ" قرار دینے کی بجائے سرے سے ممنوع قرار دیا ہے:۔

(د) مقدمہ اول۔ حدیثیں ظنی ہیں۔

مقدمہ دوم، ظن کی پیروی قرآن کی رو سے منع ہے۔

نتیجہ:۔ حدیثوں کی پیروی قرآن کی رو سے منع ہے۔" (اسلم جیراجپوری ط جولائی ۱۹۵۰ء ص۵)

(ہ) "خبر، در خبر، در خبر، در خبر، در خبر، جو نہ علم ہے نہ شہادت ہے"۔ الخ (ایضاً صفحہ سابق)

پھر "حدیث" کی دشمنی میں انتہائی پستی میں گر کر قرآنی آیت کی تحریف کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا، قرآن عزیز نے اُن "محسنین" کے مقابلے میں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور جو ہدایت و فلاح پانے والے ہیں، ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو گانے، بجانے، ناچ، رنگ، کھیل تماشوں، ہنسی مذاق کی باتوں، فضول اور واہیات قصوں اور اخلاق سوز مشغلوں میں پڑ کر "ذکر اللہ" سے غافل رہتے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ ان کے لیے سخت ذلیل اور رسوا کر دینے والا عذاب مقرر ہے

| | |
|---|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ | اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو کھیل کود کی فضول اور لغو باتوں کے خریدار ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے (انجام بد سے) بے علم (انجان) ہو کر بھٹکائیں اور ہنسی مذاق ٹھہرائیں ان لوگوں کے لیے سخت رسوا کن عذاب ہے۔ |

"لَهْوَ الْحَدِيْثِ" کے اندر وہ سب باتیں، کام اور مشغلے شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر سے اور کتاب و سنت کی پیروی سے روکیں۔ جس میں ہر دو منکروں اور جے راج پوریوں کے بہت سے منصوبے اور تحریریں بھی شامل و مندرج ہیں۔ لیکن اسلم جے راجپوری کی ذلیل گستاخی ملاحظہ ہو کہ لھوالحدیث کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "مقدس احادیث" کو (اس لفظ کی معنوی تحریف کر کے) بتایا ہے اور ترجمہ یوں لکھا ہے:۔

(و) "اور بعض آدمی وہ ہیں جو "حدیث" کے مشغلہ کے خریدار ہوتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بلا علم (یقین) کے بھٹکا دیں اور اس کو مذاق بنا لیں۔ یہ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب

ہے۔" (طلوعِ اسلام نومبر ۱۹۵۵ء ص ۶۹)

(ز) "جھوٹی روایات وضع کرنے میں کوئی مشکل ہی نہ تھی[1]۔ لیکن اگر روایات کو محض تاریخ ہی قرار دیا جاتا تو ان کا (جھوٹے واضعین کا۔ ارشد) مقصد پورا نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے ان روایات کو دین قرار دے دیا گیا۔" الخ (پرویز طلوعِ اسلام جون ۱۹۵۵ء ص ۴۹)

(ح) ـــ "بعد میں آنے والے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق اُن میں جزئیات متعین فرمودۂ رسولؐ میں۔ ارشد) رد و بدل کر سکتے ہیں"۔ الخ (پرویز۔ معارف القرآن جلد ۴ ص ۶۹۲)

(ط) ـــ "خود حضورؐ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ارشد) بھی اپنے جزئی احکام کو وقتی تصور[2] فرماتے تھے۔ ابدی طور پر ناقابل تغیر قرار نہیں دیتے تھے۔" (پرویز م ج ۴ ص ۶۹۳)

نام نہاد "اہل قرآن" کی ہم نوائی میں لکھا ہے:ـــ

(ی) روایات پرستی سے جو مصیبت نازل ہوئی اس کے خلاف ایک صدائے احتجاج "اہل قرآن" کی شکل میں بلند ہوئی۔ لیکن چونکہ حقیقت ان کی نگاہوں سے بھی اوجھل تھی[3] اس لیے یہ تفریط کی طرف نکل گئے (کہ جزئیات کا تعین "مرکز ملت" پر چھوڑنے کی بجائے یہ انہیں بھی قرآن ہی سے نکالنے لگے۔ الخ بالاختصار۔ ارشد) (ایضاً " ص ۶۹۵)

(باقی آئندہ)

---

[1] لیکن ان کا چل نکلنا نہایت ہی دشوار تھا۔ ناقدین نے سب موضوعات کو باہر نکال دیا ۱۲ ارشد

[2] کیا کسی اور کو آپؐ نے یہ حق دیا ہے کہ آپؐ کا حکم یا فیصلہ اپنی طرف سے بدل دے۔ اگر ہے تو ثبوت پیش کیجیے ۱۲ ارشد عفی عنہ۔

[3] جیسے آپ کی نظروں سے اوجھل ہے ۱۲ ارشد

# ھلال انڈسٹریز - لاھور

(۱)

## روغن بال سیاہ

(گورنمنٹ ریسرچ لیبارٹری آف انڈسٹریز - لاھور سے پاس شدہ) وائٹ آئل اور مضر اجزاء سے پاک - مفید اور قدرتی دواؤں سے تیار شدہ - جلد کے رنگ کو خراب نہیں کرتا - اس کا روز مرہ کا استعمال بالوں کو قدرتی طور پر سیاہ، لمبا، خوبصورت اور چمکدار بناتا، انہیں گرنے سے روکتا - اور دماغ کو طاقت دیتا ھے -

قیمت فی شیشی جس میں تقریباً تین چھٹانک تیل ھوتا ھے ڈیڑھ روپیہ

(۲)

## معجون بال سیاہ

بے ضرر قدرتی دواؤں اور خالص گھی سے تیار شدہ یہ معجون، ھر قسم کی جسمانی اور دماغی کمزوری کیلئے مفید ھے نمبر ۱ کے ساتھ اس کا استعمال بالوں کو قدرتی طور پر جڑ سے سیاہ بناتا ھے - اس کے علاوہ اور بہت سے فوائد کا حامل ھے -

قیمت بیس یوم کی خوراک ڈیڑھ روپیہ

(۳)

## ھلال پومیڈ

موسم سرما کیلئے بے نظیر تحفہ - چہرہ اور ھاتھ پاؤں پھٹنے کیلئے سہل اور مفید علاج

(۴)

## ھلال سنو

چہرہ کے استعمال کے لئے بے نظیر چیز - مضر اور نا پاک اشیاء سے پاک

(۵)

## ھلال کریم

چہرہ کے کیل چھائیاں وغیرہ دور کرنے کیلئے

نوٹ :- ھر دوا کیساتھ ترکیب استعمال اور اسکے مکمل فوائد کا پرچہ ارسال کیا جائیگا -

★

ملنے کا پتہ :

**ھلال انڈسٹریز، 8- بھگوان سٹریٹ**

پرانی انارکلی - لاھور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۴۹۶


# مکمل تفسیر بیان القرآن

مولٰنا اشرف علی تھانوی کو دنیا حکیم الاُمت مانتی ہے
آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بارہ جلدوں میں

## بیانُ القرآن

کے نام سے تحریر فرمائی تھی۔ قرآن پاک کے اس ترجمہ و تفسیر کو دیکھ کر دنیا عش عش کر اٹھی۔ عوام نے اسے اس لئے پسند کیا کہ ان کی سمجھ سے بالاتر اس میں کوئی بات نہ تھی۔ خواص اور طبقہ علما نے اس لئے سر آنکھوں پر رکھا کہ اس میں ایک بات بھی غیر مستند یا غیر صحیح نہیں ہے۔

تاج کمپنی نے بڑے اہتمام کے ساتھ عکسی بلاکوں کے ذریعہ اس نادر تفسیر و ترجمہ کو چھاپنے کا انتظام کیا ہے۔

ایک کارڈ بھیج کر نمونے کے صفحات اور تفصیلات مفت طلب فرمائیے

**تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۵۳۰ کراچی**